ہفت روزہ
الفضل
انٹرنیشنل
مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد 13 | جمعۃ المبارک 03/مارچ 2006ء | 03/صفر 1427 ہجری قمری ❁ 03/امان 1385 ہجری شمسی | شمارہ 09

بچوں کوسلام کرنا

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا یہ طریق تھا کہ جب بھی آپؐ بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کرتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم علی الصبیان)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

اس امت کے لئے سلسلۂ موسوی کی مماثلت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ ایک مسیح آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آنے والا عیسیٰ آ گیا۔

’’پھر ایک اور بات قابل غور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دو سلسلے قائم کئے تھے۔ پہلا سلسلہ سلسلۂ موسوی تھا۔ دوسرا سلسلہ آنحضرت ﷺ کا سلسلہ یعنی محمدی سلسلہ۔ اور اس دوسرے سلسلہ کو مثیل ٹھہرایا کیونکہ آنحضرت ﷺ کو بھی مثیل موسیٰ کہا گیا تھا۔ توریت کی کتاب استثناء میں یہی لکھا تھا کہ تیرے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی اٹھاؤں گا اور قرآن شریف میں یہ فرمایا ﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا ۬ۙ شَاہِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا﴾ (المزّمل: 16)۔ یعنی بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا جو تم پر شاہد ہے۔ اسی طرح یہ رسول بھیجا گیا ہے جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا گیا تھا (یعنی موسیٰؑ کی طرح)۔ اب غور کرو کہ اس میں ’’کَمَاۤ ‘‘ کا لفظ صاف طور پر ظاہر کرتا ہے کہ اس سلسلہ میں بھی کمالات و برکات کی کمی نہ ہوگی۔

پھر سورۃ نور میں آیت استخلاف میں بھی یہی ’’کَمَاۤ ‘‘ کا لفظ آیا ہے ﴿وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ﴾ (سورۃ النور:56)۔ اسی اُمّت کے اب مومنین اور اعمال صالحہ بجالانے والوں سے خلافت کا وعدہ کیا گیا۔ اسی طرح پر جس طرح بنی اسرائیل میں خلفاء کئے گئے تھے۔ یہاں بھی وہی ’’کَمَا‘‘ کا لفظ موجود ہے۔ ایک طرف تو اس سلسلہ کو سلسلۂ موسویہ کا مثیل ٹھہرایا۔ دوسری جگہ سلسلہ موسوی کے خلفاء بنانے کا وعدہ کیا۔ پھر کیا دونوں سلسلوں کا طبعی توافق ظاہر نہیں کرتا کہ اُمّت میں خلفاء اسی رنگ میں قائم ہوں؟ ضرور کرتا ہے۔

اور اس میں تو کوئی کلام ہی نہیں کہ سلسلہ موسویہ میں تیرھواں خلیفہ مسیح تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سلسلہ محمدیہ میں تیرھواں خلیفہ مسیح نہ کہلائے؟ اس لئے ضرور تھا کہ آنے والے کا نام مسیح رکھا جاتا۔ یہی سِرّ ہے جو خدا تعالیٰ نے اس اُمّت میں بھی ایک مسیح کا وعدہ کیا۔

بعض نادان اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا نام تو مثیل موسیٰ رکھا ہے مگر آخر میں آنے والے خلیفہ کا نام عیسیٰ رکھا ہے، مثیل عیسیٰ نہیں رکھا اس لئے وہ آپ ہی آجائے گا۔ اس قسم کے اعتراض بظاہر دھوکہ دہ ہیں اور ممکن ہے کہ وہ آدمی جو اصل حالات سے واقف نہیں اس کو سن کر گھبرا جاوے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نام تو مثیل موسیٰ ہی ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ توریت کی کتاب استثناء میں مثیل موسیٰ ہی کہا گیا تھا۔ پس اگر آپ موسیٰ ہونے کا دعویٰ کرتے تو کتاب والے کہتے کہ ہمیں تو مثیل موسیٰ کا وعدہ دیا گیا ہے نہ کہ موسیٰ کا۔ اس لئے ان کو توجہ دلانے کے واسطے وہی لفظ رکھا جو وہاں موجود تھا۔ مگر یہاں اس کے خلاف بات تھی۔ پہلی کتابوں سے اور انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ آئے گا۔ مگر جب یہ ثابت ہو چکا کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور آ چکے ہیں تو کوئی خیال بھی نہیں کرے گا کہ وہ زندہ ہو کر آجائیں گے۔

رہا وفات کا مسئلہ۔ وہ ایسا صاف ہے کہ اس پر زیادہ کہنے کی حاجت ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے قول سے ﴿یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ﴾ (آل عمران:56) اور حضرت مسیح نے اپنے اقرار سے ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ﴾ (المائدہ:118)۔ اور آنحضرت ﷺ نے اپنی رؤیت سے جبکہ معراج کی رات حضرت عیسیٰ کو حضرت یحيٰ (علیہما السلام) کے ساتھ اکٹھا دیکھا ثابت کر دیا ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ ورنہ اگر وہ زندہ ہیں تو مُردہ کے پاس رہنے کا کیا تعلق؟ اور اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کی وفات پر پہلا اجماع یہی کیا کہ مسیح فوت ہو گیا۔ جیسا کہ بارہا میں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر ؓ نے آپ کی وفات پر تلوار نکال لی اور کہا اگر کوئی آپؐ کو مردہ کہے گا تو اس کا سر اڑا دوں گا۔ اس پر حضرت ابوبکر ؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ﴾ (آل عمران145)۔ یعنی آنحضرت ﷺ بھی ایک رسول ہیں اور آپؐ سے پیشتر سب رسول وفات پا چکے ہیں۔ اب بتاؤ اس میں مسیح یا کسی اور کی کیا خصوصیت ہے؟ کیا حضرت ابوبکرؓ نے کسی کو باہر رکھ لیا تھا اور صحابہؓ کب گوارا کر سکتے تھے کہ وہ کسی اور کو تو زندہ تسلیم کریں اور آنحضرت ﷺ کے لئے یہ تجویز کریں کہ آپؐ نے وفات پائی ہے۔

غرض صحابہ کا اجماع بھی موت پر مہر کرتا ہے اور پھر عقل سلیم تو دور سے اسے دھکے دیتی ہے۔ عام طور پر ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اگر عقل کے سامنے یہ پیش کریں کہ کانوں سے دیکھتے ہیں تو وہ کب اس کو مان لے گی۔ اسی طرح جب آدم سے لے کر اب تک آسمان پر زندہ اسی جسم کے ساتھ جانے کی کوئی نظیر نہیں ملتی تو ہم کیونکر مان لیں کہ مسیح زندہ اور اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلا گیا۔ نظیر اگر کوئی ملتی ہے تو وہ ایلیاء کی آمد کی نظیر ہے جس کا وعدہ ملاکی نبی کی کتاب میں کیا گیا تھا۔ اور اس کے آنے کا فیصلہ خود حضرت مسیح نے کیا کہ آنے والا ایلیاء یہی یوحنا ہے چاہو تو قبول کرو۔ اب اس نظیر سے معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ آمد کے یہی معنے ہوتے ہیں اور ایسے الفاظ بطور استعارہ کے استعمال کئے جاتے ہیں اس کے بعد بھی اگر فیصلہ موت میں شک ہو تو پہلے ان دلائل کو توڑو پھر آنے والے کا جو فیصلہ حضرت عیسیٰ کی اپنی عدالت سے ہوا اس کے خلاف کوئی فیصلہ پیش کرو۔ انہوں نے تو ثابت کیا کہ آنے والا بروزی رنگ میں آیا کرتا ہے۔ تم کہتے ہو کہ وہ حقیقی مُردے زندہ کر دیا کرتے تھے۔ پس اگر یہ سچ ہے تو کیوں انہوں نے ایلیاء کو زندہ نہ کر لیا تاکہ ان کی نبوت مشتبہ نہ ہوتی اور یہودیوں کی قوم تباہ نہ ہوتی۔ انہوں نے ملاکی نبی کی پیشگوئی ہی کا تو سوال کیا تھا۔ ان کی راہ میں روک اور پتھر وہی امر ہوا نہ کوئی اور۔ اس تاویل پر جو حضرت مسیح نے کی تھی وہ راضی نہ ہوئے اور انکار کر کے لعنتی ٹھہرے۔

بعض اوقات جب اس دلیل کا نقض ہمارے مخالف نہیں کر سکتے تو پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ کتابیں محرّف و مبدّل ہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ محرّف و مبدّل ہی سہی لیکن تواتر قومی کو کیا کرو گے؟ یہودی اب تک موجود ہیں ان سے پوچھ لو کہ کیا وہ اس امر کے منتظر نہیں ہیں کہ مسیح سے پہلے ایلیاء ضرور آئے گا اور عیسائی بھی اس کے قائل۔ اگر وہ قائل نہ ہوتے تو ایلیاء کا بروز یوحنا کو کیوں تسلیم کرتے۔

پس یہودی اور عیسائی باوجودیکہ وہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں مگر اس امر پر بالکل متفق ہیں۔ ایسی صورت میں یہ امر بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ یہ امور ہمارے زبردست مؤیّد ہیں جیسے یحيٰ کا نام الیاس رکھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ رکھا۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ اس نام میں حکمت کیا ہوئی؟ اس کے جواب میں یاد رہے کہ یہود اسی شرارت کی وجہ سے منحرف ہوئے تھے کہ الیاس نہیں آیا۔ چنانچہ ایک فاضل یہودی کی کتاب میرے پاس موجود ہے اس نے اس امر پر بڑا زور دیا ہے بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ اگر قیامت کو ہم سے سوال ہوگا تو ہم ملاکی نبی کا صحیفہ پیش کریں گے کہ اس میں کہاں لکھا ہے کہ مثیل آئے گا۔

پس یہودیوں کے لعنتی اور منحرف ہونے کے لئے یہ ابتلا نہیں آ گیا۔ اس اُمّت کے لئے سلسلہ موسوی کی مماثلت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ ایک مسیح آئے اور علاوہ بریں چونکہ اس اُمّت کے لئے یہ کہا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں وہ یہود کے ہمرنگ ہو جائے گی۔ چنانچہ بالاتفاق ﴿غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ﴾ (الفاتحۃ:7) میں مغضوب سے مراد یہود لی گئی ہے۔ پھر یہ یہودی تو اسی وقت ہوتے جب ان کے سامنے بھی ایک عیسیٰ پیش ہوتا اور اس طرح پر یہ بھی انکار کر دیتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آنے والا عیسیٰ آ گیا اور انہوں نے انکار کر دیا۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔ یہ تو زیادہ ملزم ہیں۔ اس لئے کہ ان کے سامنے ایلیاء والی نظیر موجود تھی۔ مگر افسوس یہ ہے کہ انہوں نے غور ہی نہیں کیا اور نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ آمین‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 434-437 جدید ایڈیشن)

خدمتِ دین کو اک فضل الٰہی جانو

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی دینی خدمات کا سلسلہ تن تنہا شروع فرمایا۔آپ کی ابتدائی زندگی عبادت، مطالعہ کتب اور خدمت خلق کے لئے وقف تھی۔آپ اس زمانے کے حالات سے بہت زیادہ متفکر تھے۔ ایک طرف مسلمانوں کی کمزوری، بے بسی، بے عملی اور مایوسی کی کیفیت تھی۔ دوسری طرف عیسائی پادریوں اور ہندو منادوں کی طرف سے اسلام پر بے جا حملوں کا ایک طوفان برپا تھا۔مسلمانوں کی طرف سے یہی نہیں کہ کوئی باقاعدہ یا بے قاعدہ دفاع نہیں تھا بلکہ ستم ظریفی کی انتہاء یہ تھی کہ مسلمان یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے۔اور وہ ہزاروں سال سے آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور آخری زمانہ میں مسلمانوں کی گمراہی کی اصلاح کے لئے وہ آسمان سے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔دنیا آپ کو اترتے ہوئے دیکھے گی ۔وہ امام مہدی کے ساتھ مل کر کافروں کو نیست و نابود کر دیں گے اور اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔اس غلط اعتقاد کی موجودگی میں کسی اصلاحی تحریک یا جذبہ پیدا ہونے کی گنجائش ہی باقی نہ رہتی تھی۔آنے والے نے آکر خود ہی سب کچھ کر کے مسلمانوں کی حکومت قائم کر دینی تھی اور مسلمانوں نے ان فتوحات سے اپنے خالی خزانوں کو بھر لینا تھا۔ اور دونوں جہان کی سرخروئی حاصل کر لینی تھی۔اس عقیدہ سے عیسائی پادریوں کا کام بہت آسان ہو جاتا تھا اور وہ مسلمانوں کو بہکانے میں بڑے آسانی سے کامیاب ہو جاتے تھے کہ (معاذ اللہ) آپ کا رسول تو فوت ہو گیا اور زمین میں دفن ہو گیا مگر ہمارا رہنما فوت نہیں ہوا بلکہ اس نے موت پر فتح پائی اور آسمانوں پر چلا گیا اور اب وہی مسلمانوں کی اصلاح و بہتری کے لئے جلد واپس آنے والا ہے............۔

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

اس پس منظر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو مشکلات اور تکالیف پیش آئی ہوں گی ان کا پوری طرح اندازہ کرنا بھی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

وہ مسلمان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر بغیر کسی کوشش، اصلاح و تبدیلی کے غلبہ و حکومت کے خواب دیکھ رہے تھے ان کو جگانا، صحیح راستہ پر لانا، ان سے قربانیوں کا مطالبہ کرنا اور ان میں نیک و پاک تبدیلی پیدا کرنا جو ایک طرح سے مردوں کو زندہ کرنے کا کام تھا یقیناً بہت ہی مشکل اور بہت ہی بڑا کام تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تن تنہا یہ چومکھی لڑائی لڑ رہے تھے۔ دعویٰ ماموریت کے بعد آپ کو نہایت جاں نثار عقیدتمند عشاق بطور معاون و مددگار میسر آنے لگے۔

حضرت مولانا نورالدینؓ اپنی خاندانی وعلمی وجاہت کے باوصف ایک ادنیٰ خادم کی طرح حضور کے قدموں میں دھونی رما کر بیٹھ گئے۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔واقفین کے اس گروہ میں آہستہ آہستہ ترقی ہوتی گئی۔حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ لاہور میں ملازمت کرتے تھے مگر جب بھی کوئی چھٹی ہوتی حضور کی خدمت میں دیوانہ وار حاضر ہو جاتے۔اپنے اس مجاہدہ میں آپ کو کئی دفعہ رات کی تاریکی میں بٹالہ سے قادیان تک پا پیادہ جانے کی سعادت بھی حاصل ہوتی رہی۔جبکہ وہ علاقہ اور رستہ اس زمانہ میں ہی نہیں بہت عرصہ بعد تک بھی سفر کرنے کے لحاظ سے بہت خطرناک سمجھا جاتا تھا۔سفر کی غیر معمولی مشقت اور اخراجات برداشت کرنے کے بعد آپ حضور کے ہر ارشاد کی تعمیل کے لئے بروقت مستعد و چوکس رہتے۔کبھی حضور کے خطوں کا جواب دیتے، کبھی حضور کو کوئی کتاب پڑھ کر سناتے، کبھی غیر ممالک سے آمدہ لٹریچر و اخبارات کا خلاصہ حضورؑ کی خدمت میں پیش کرتے۔آپ کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ آپ نے حضور کے ارشاد پر عبرانی زبان سیکھ کر اس زبان کی بعض پرانی دستاویزات کے تراجم و خلاصے حضورؑ کی خدمت میں پیش کئے۔ خداتعالیٰ کے فضل سے آپ کو خلافت ثانیہ میں بھی بعض تاریخی خدمات کی سعادت حاصل ہوئی۔آپ امریکہ میں تبلیغ اسلام کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔

عشّاق کے اس قافلے میں حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔انگریزی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کے لئے اعلیٰ سرکاری ملازمت کے دروازے کھلے تھے مگر آپ نے کمال استغناء سے کام لیتے ہوئے دینی خدمت کو ترجیح دی اور دونوں جہان حاصل کر لئے۔

حضرت مولوی سرور شاہ صاحب نے دارالعلوم دیوبند سے تکمیل تعلیم فرمائی۔دینی علوم میں آپ کے کمال کا اس امر سے پتہ چلتا ہے کہ بعض اوقات حضرت مولانا نورالدینؓ بھی بعض مشکل عبارتوں کے حل کے لئے اپنے شاگردوں کو حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں بھجوایا کرتے تھے۔ان کو بھی دارالعلوم دیوبند میں بھاری رقم اور اعلیٰ خدمات کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک خادم کی طرح زندگی گزارنے کو ہر سعادت و عزت پر ترجیح دی۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ بالکل نوعمری میں ہندو مذہب کو چھوڑ کر مسلمان ہوئے مگر اپنی خدمت و عقیدت کو اس کمال تک پہنچایا کہ آپ کو قابل رشک خدمات کی توفیق ملی۔

جماعت کی ضرورت کے لئے اگر کبھی اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کو بلایا گیا تو وہ بھی بلا پس و پیش حاضر ہو گئے۔ وقف زندگی کی تحریک ہوئی تو بیوہ ماؤں نے اپنے اکلوتے بچے تک دین کی خدمت کے لئے پیش کر دئے۔

وقف اور خدمت کے یہ ایمان افروز نظارے پہلے تو قادیان میں ہی نظر آتے تھے مگر پھر آہستہ آہستہ دوسرے شہروں میں بھی یہ سلسلہ پھیلتا چلا گیا اور اب تو ملکوں ملکوں احمدیت کے جاں نثار خدا اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی اس مہم کی کامیابی کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔

خدا کرے کہ بانیٔ اسلام ﷺ اور خادم اسلام علیہ السلام کی دعاؤں کی برکت سے دینی خدمت، سرفروشی، اخلاص و ایثار کی اس دولت سے ہماری جماعت ہمیشہ مالا مال رہے اور خداتعالیٰ دین کے خدام کی خدمتوں کو شرف قبولیت عطا فرماتا رہے۔آمین

(عبدالباسط شاہد)

وہ قادیاں کی رونقیں

وہ قادیاں کی رونقیں ! وہ کُو بکُو محبتیں!
خدا کرے ہمیں ملیں، جہاں کہیں بھی ہم رہیں

ہر ایک طرف سے کارواں ، تھے سُوئے قادیاں رواں
ہر ایک طفل و مرد و زن کشاں کشاں، جواں جواں
قدم قدم تھے ضوفشاں ،مسیحِ وقت کے نشاں
''بڑھے چلو بڑھے چلو'' یہ کہہ رہی تھیں دھڑکنیں
وہ قادیاں کی رونقیں ، وہ کُو بکُو محبتیں!

عجیب سا تھا سلسلہ! بڑھا ہوا تھا حوصلہ
رواں دواں تھا قافلہ ، سمٹ رہا تھا فاصلہ
ہم قدم تھی چل رہی ، امام وقت کی دعا
مٹ رہی تھیں نفرتیں ، بٹ رہی تھیں برکتیں
وہ قادیاں کی رونقیں ، وہ کُو بکُو محبتیں!

طبیعتیں میں اک الگ ، عجیب سا نکھار تھا
آرزو تھی مضطرب ، ہر ایک دل میں پیار تھا
نفس نفس تھا مطمئن ہر اک طرف قرار تھا
جبیں جبیں تھی سجدہ ریز ، برس رہی تھیں رحمتیں
وہ قادیاں کی رونقیں ، وہ کُو بکُو محبتیں!

برکتیں سمیٹ کر جب اپنے گھر کی راہ لی
امامِ وقت کی دعا سبھی نے بے پناہ لی
سکون دل کے واسطے بے قرار چاہ لی
جبیں جبیں پہ نور تھا ، نگاہ میں فراستیں
وہ قادیاں کی رونقیں ، وہ کُو بکُو محبتیں!

مسیح وقت کی صدا زمن زمن پہنچ گئی
شجر شجر پہنچ گئی ، کوہ و دمن پہنچ گئی
نفس نفس مہک اٹھا ، چمن چمن پہنچ گئی
ثمر کا رنگ لائیں گی یہ وقف نو کی کونپلیں
وہ قادیاں کی رونقیں ، وہ کُو بکُو محبتیں!

(پروفیسر کرامت راجؔ)

اعتذار و تصحیح

الفضل انٹرنیشنل کے 17/فروری 2006ء کے شمارہ میں صفحہ 3 پر مضمون ''سوانح سیدنا محمود۔مصلح موعودؓ'' کے پہلے کالم میں نیچے سے دسویں سطر میں غلطی سے ''ہوشیار پور'' کی بجائے ''لدھیانہ'' لکھا گیا ہے۔ قارئین اس کی درستی فرمالیں۔ ادارہ اس فروگذاشت پر معذرت خواہ ہے۔حضور علیہ السلام نے چلّہ کشی بموجب الہام الٰہی ہوشیار پور میں کی تھی۔ (ادارہ)

اسلام
اور
قومی و بین الاقوامی سیاسی امن

(حضرت مرزا طاہر احمد ۔خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

(قسط نمبر 2)

کیا مذہب کا وفادار مملکت کا غدار ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے قول (یعنی مذہب) اور اس کے فعل (یعنی فطرت) میں ہرگز کوئی تضاد نہیں ہوسکتا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ فطرتِ انسانی میں تو وطن کی محبت کا جذبہ پایا جائے مگر مذہب اس کے خلاف تعلیم دے اسلامی تعلیم کے مطابق مذہب اور ملک کے ساتھ وفاداری میں ہرگز کوئی ٹکراؤ نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ مسئلہ صرف اسلام سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں کئی مملکتیں اس مسئلہ سے دوچار رہی ہیں۔ خاص طور پر رومی سلطنت میں عیسائیت کے پہلے تین سو سالوں میں خصوصاً یہ الزام لگایا جاتا رہا کہ عیسائی اپنے مذہب کے تو وفادار ہیں مگر سلطنت کے غدار ہیں اسی کا نتیجہ تھا کہ ابتدائی دور کے عیسائی اپنے ہی گھر میں انتہائی بہیمانہ اور غیر انسانی مظالم کا شکار بنتے رہے۔ ان پر یہ الزام عائد کیا جاتا تھا کہ وہ غدار ہیں اور قیصرِ روم کے وفادار نہیں ہیں۔ چرچ اور ریاست کے مابین کشمکش نے تاریخ یورپ کی تشکیل میں ہمیشہ ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ مثال کے طور پر نپولین بوناپارٹ نے رومن کیتھولک چرچ پر الزام لگایا کہ یہ لوگوں کو ملک کا غدّار بناتا ہے۔ اس نے اہل فرانس پر خوب اچھی طرح واضح کردیا کہ انہیں سب سے پہلے فرانسیسی عوام اور حکومت کا وفادار بننا پڑے گا اور کسی ویٹیکن پوپ کو فرانس میں رہنے والے رومن کیتھولکس کے معاملات میں دخل اندازی کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ہی رومن کیتھولکس کو ریاست کے معاملات میں مداخلت کی اجازت ہوگی۔

حالیہ تاریخ میں جماعت احمدیہ کو انہی وجوہات کی بناء پر پاکستان میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ پاکستان میں طویل ترین عرصہ تک حکومت کرنے والے فوجی آمر جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں تو یہاں تک ہوا کہ حکومت نے احمدیوں کے خلاف بزعم خود ایک قرطاس ابیض شائع کردیا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ احمدی نہ تو اسلام کے وفادار ہیں اور نہ ہی پاکستان کے۔ یہ وہی پرانا جنون ہے جو آج چند نئے سروں میں سمایا ہوا ہے۔ وہی آگ ہے جو آج کچھ اور سینوں میں بھڑک رہی ہے۔ کچھ ہی عرصہ پہلے بدنام زمانہ سلمان رشدی کے معاملہ میں بھی یہی ہوا۔ برطانیہ اور یورپ میں رہنے والے مسلمانوں کو اسی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ اپنے ملک کے نہیں بلکہ خمینی کے وفادار ہیں۔ اگرچہ اس آگ کے شعلے بہت زیادہ تو نہیں پھیلے لیکن ایسی صورتحال میں جو خطرات پوشیدہ ہیں انہیں معمولی نہیں سمجھنا چاہئے۔ مذہبی جماعتوں کے باہمی تعلقات کو ان سے سخت نقصان پہنچ سکتا ہے۔

کیا صرف مذہب ہی کو قانون سازی کا حق حاصل ہے؟

مذہب اور مملکت کا مسئلہ ایک ہمہ گیر اور آفاقی مسئلہ ہے مگر اس پر کبھی پوری سنجیدگی سے تحقیق نہیں کی گئی۔ سیاستدان اور مذہبی راہنما دونوں ہی کبھی یہ فیصلہ نہیں کرپائے کہ وہ حدِّ فاصل کون سی ہے جو مذہب کو مملکت سے جدا کرتی ہے۔ جہاں تک عیسائیوں کا تعلق ہے یہ مسئلہ اسی وقت حل ہو جانا چاہئے تھا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فریسیوں کو ایک تاریخی جواب دیا تھا جو انجیل میں ان الفاظ میں درج ہے۔

”تب اس نے انہیں کہا کہ جو قیصر کا ہے قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو۔“ (متی باب ۲۲ آیت ۲۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ بیان بہت پُرحکمت ہے اس میں ہر ضروری بات بیان کردی گئی ہے۔ مذہب اور سیاست معاشرہ کے دو پہیوں کی طرح ہیں۔ پہیے خواہ دو ہوں یا چار یا آٹھ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا جب تک سب کل پُرزے اپنی اپنی جگہ پر قائم رہتے ہوئے صحیح سمت میں حرکت کرتے رہیں کسی قسم کے تصادم اور جھگڑے کا سوال پیدا نہیں ہوگا۔

قرآن کریم نے صحف سابقہ سے کامل اتفاق کرتے ہوئے اس نظریہ کو مزید وضاحت سے بیان فرمایا ہے اور نہ صرف معاشرہ کے اجزائے ترکیبی کی حدود کو متعین کیا ہے بلکہ ان کے دائرہ عمل کی نشاندہی بھی کی ہے۔ قرآن کریم کی امور مملکت سے متعلق تعلیم اور اس کی دی ہوئی دینی تعلیم میں کوئی باہمی تضاد نہیں ہے اگرچہ یہ کہنا بھی درست نہیں ہوگا کہ مذہب اور مملکت کے مابین کوئی بھی ایسی مشترکہ سرزمین نہیں ہے جہاں دونوں کا عمل دخل ہو۔ بلاشبہ کئی ایسے مقامات ہیں جہاں بیک وقت دونوں اپنا عمل دخل رکھتے ہیں لیکن یہ عمل باہمی تعاون کی روح کے ساتھ ہے نہ کہ کسی ایک کی اجارہ داری کے قیام کے لئے۔ چنانچہ مذہب کی عطا کردہ اخلاقی تعلیم مختلف ممالک میں ہونے والی قانون سازی کا ضروری حصہ بن جاتی ہے کسی ملک میں کم اور کسی ملک میں زیادہ۔

ملکی قوانین میں جرائم کی مجوزہ سزاؤں کے پس منظر میں مذہب کی پسند یا ناپسند بہرحال موجود ہے۔ اس کے باوجود جہاں تک مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کا تعلق ہے وہ اپنے ملک کے بعض سیکولر قوانین سے اختلاف کے باوجود شاذ و نادر ہی کسی آئینی حکومت کے ساتھ تصادم کا راستہ اختیار کیا کرتے ہیں۔ اور یہ مسلمانوں اور عیسائیوں پر ہی موقوف نہیں دیگر مذاہب کے ماننے والوں کا بھی یہی طریق ہے۔

اس میں کیا شک ہے کہ منوسمرتی (Manusmarti) میں درج ہندو قوانین ہندوستان کی سیاسی حکومتوں کے بنائے ہوئے سیکولر قوانین سے بالکل مختلف ہیں لیکن وہاں کے ہندو کسی نہ کسی طرح حالات سے سمجھوتہ کر کے زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر مختلف ممالک کے لوگ مذہبی قوانین کی حمایت میں رائج الوقت سیاسی نظام کے مقابل پر کھڑے ہو جائیں تو یقیناً خون کی ندیاں بہہ جائیں مگر بنی نوع انسان کی خوش قسمتی ہے کہ ایسا ہوتا نہیں۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے مذہب اور مملکت کے مابین کوئی محاذ آرائی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ہر حالت میں کامل انصاف پر سختی سے کاربند رہنے کا اٹل اور غیر مبدّل اصول پیش فرماتا ہے۔ ہر اس حکومت کے لئے جو اسلامی ہونے کا دعویٰ کرتی ہے یہ اصول ایک بنیادی اور مرکزی لائحہ عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔

افسوس کہ امورِ سیاست سے متعلق اسلامی نظریہ کے اس اہم ترین نکتہ کو سیاسی مفکرین نے اگر کچھ سمجھا بھی ہے تو بہت کم۔ عام نوعیت کے جرائم اور کسی خاص مذہبی حکم سے تعلق رکھنے والے جرائم پر قانون کے اطلاق میں جو فرق ہے وہ اسے نہیں سمجھ سکتے۔ ظاہر ہے کہ مؤخرالذکر جرائم کی سزا انہیں لوگوں پر نافذ ہوگی جو اس مذہب کے ماننے والے ہیں۔ دراصل جرائم کی ان ہر دو اقسام کی معین اور واضح تعریف نہیں کی گئی ہے۔ جرم وسزا کی دنیا میں کئی مشترکہ مقامات ایسے ہیں جہاں عمومی نوعیت کے جرائم بظاہر مذہبی اور اخلاقی جرائم بھی دکھائی دیتے ہیں اور عام طور پر تسلیم شدہ انسانی قدروں کے لحاظ سے بھی جرم بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر چوری ایک ایسا جرم ہے جس کی بعض معاشروں میں زیادہ اور بعض میں کم مذمّت کی جاتی ہے۔ بعض جگہ چوری کی سزا بڑی سخت ہے مگر بعض جگہ اتنی سختی نہیں کی جاتی۔ اسی طرح قتل، شراب نوشی اور دنگا فساد جیسے جرائم ہیں جن کو بعض مذاہب نے جزوی طور پر یا کلیۃً ممنوع قرار دیا ہے اور بعض نے ان جرائم کی معیّن سزائیں بھی تجویز کی ہیں۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حکومت کو ایسے جرائم سے کس طرح نپٹنا ہوگا۔ پھر اسی سے یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ کیا اسلام نے اس سلسلہ میں ایک مسلم یا غیر مسلم حکومت کو کوئی واضح اور معیّن لائحہ عمل دیا ہے؟ اگر اسلام نے حکومت کی کوئی معین شکل پیش کی ہے تو پھر کئی ایک اور اہم سوالات بھی پیدا ہوں گے۔ مثلاً یہ کہ کیا کوئی ایسی مملکت ہوسکتی ہے جو خود کو کسی خاص مذہبی تعلیم کے تابع خیال کرے اور کیا یہ جائز ہوگا کہ ایسی حکومت اس مذہبی تعلیم کو اپنے تمام شہریوں پر نافذ کرے خواہ وہ اس مذہب سے تعلق رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔

بات یہ ہے کہ مذہب کا فرض قانون سازی کرنے والوں کی توجہ اخلاقی مسائل کی طرف مبذول کرانا ہے۔ یہ ہرگز ضروری نہیں ہے کہ تمام قانون سازی مذاہب کے تابع ہو۔ جب صورتحال یہ ہے کہ بالکل مختلف عقائد رکھنے والے فرقے موجود ہیں اور پھر ہر فرقہ آگے کئی شاخوں میں منقسم ہے۔ ہر مذہب دوسرے مذہب سے مختلف عقائد رکھتا ہے تو اس صورت میں قانون سازی کو مذہب کے تابع کرنے کا نتیجہ سوائے ابتری کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر شراب نوشی کی سزا ہی کو لے لیجئے۔ اگرچہ قرآن کریم نے شراب کو حرام قرار دیا ہے لیکن قرآن کریم نے اس کی کوئی معین سزا بیان نہیں کی۔ اس کے لئے کچھ ایسی روایات پر انحصار کیا گیا ہے جو بعض مکاتب فقہ کے نزدیک درست ہی نہیں۔ اب اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک علاقہ یا ملک میں شراب نوشی کی سزا کچھ اور ہوگی اور دوسرے علاقہ یا ملک میں کچھ اور۔ پس عوام الناس کو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ اصل قانون کون سا ہے؟ صرف اسلام ہی نہیں باقی مذاہب کو بھی ایسی ہی صورت حال درپیش ہوگی۔ طالمود کا دیا ہوا قانون بھی بالکل ناقابل عمل بن کر رہ جائے گا اور یہی حال عیسائیت کی دی ہوئی تعلیم کا ہوگا۔

بات یہ ہے کہ ملکی قانون کے اندر رہتے ہوئے کسی بھی مذہب کا پیروکار اپنے مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزار سکتا ہے۔ وہ سچ بول سکتا ہے ریاست کا قانون اسے سچ بولنے سے منع نہیں کرتا۔ وہ اپنی عبادات بجا لا سکتا ہے اس بات کی چنداں ضرورت نہیں کہ ریاست اسے ایسا کرنے کی اجازت دینے کے لئے کوئی خاص قانون بنائے۔

اس سوال کا ایک اور دلچسپ زاویہ سے بھی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ اگر اسلام یہ کہتا ہے کہ جن ممالک میں مسلمان اکثریت میں ہوں وہاں حکومت اسلامی اکثریت کی ہونی چاہئے تو پھر کامل انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے ممالک کو بھی یہ حق دیا جائے کہ وہاں کی مذہبی اکثریتیں اپنے اپنے مذہب کے احکامات کے مطابق امور مملکت بجا لائیں۔ پاکستان کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کے قریبی ہمسایہ ملک بھارت میں ہندو قانون ملکی قانون کی حیثیت سے رائج ہو اور تمام شہریوں پر یکساں لاگو ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جس دن ایسا ہوا وہ دن بھارت کے دس کروڑ مسلمانوں کے لئے ایک المناک دن ہوگا کیونکہ اس دن وہ سب کے سب بھارت میں باعزت طور پر زندہ رہنے کے تمام حقوق سے محروم کردیئے جائیں گے۔ پھر یہ کہ اگر بھارت میں منوسمرتی کے مطابق حکومت بن سکتی ہے تو اسرائیل کو یہ حق کیوں نہیں دیا جاسکتا کہ وہ بھی اپنے ملک میں یہود اور غیر یہود دونوں پر طالمود کے قانون کے مطابق حکومت کرے اگر واقعۃً ایسا ہوا تو نہ صرف اسرائیل کے رہنے والے غیر یہودی شہریوں کے لئے بلکہ خود یہودیوں کی ایک بڑی تعداد کے لئے بھی زندگی ایک عذاب بن کر رہ جائے گی۔ مختلف ممالک میں مذہبی حکومتوں کے قیام کا تصور تبھی درست ہوگا اگر ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ جن ممالک میں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں اسلامی ریاست میں شریعت کو جبراً ڈنڈے کے زور سے نافذ کردیا جائے۔ مگر اس طرح پھر دنیا بھر کو ایک متناقض صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ ایک طرف تو کامل انصاف کے نام پر تمام ممالک کو یہ حق دیا جائے گا کہ وہ اپنے عوام پر اکثریت کے مذہب کا قانون مسلط کردیں، دوسری طرف ہر ملک میں مذہبی اقلیتوں سے ان کے ہر فعل پر اکثریت کے مذہبی قانون کے مطابق مؤاخذہ کیا جائے گا جس پر وہ

ایمان ہی نہیں رکھتیں۔ پس کیا یہ صورتحال کامل انصاف کے ساتھ اسلامی تصور کی رسوائی کا موجب نہیں ہوگی؟ اسلامی شریعت کے نفاذ کی باتیں کرنے والوں نے اس الجھن اور مخمصہ کے متعلق نہ تو کبھی سوچا ہے اور نہ اسے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ میرے نزدیک اسلامی تعلیم کا لب لباب یہ ہے کہ امورِ مملکت کو چلانے کے لئے بنیادی اصول یہ ہے کہ سب کے ساتھ یکساں اور کامل انصاف کرنا ہے۔ اگر اس اصول پر عمل کیا جائے تو ہر ملک کی حکومت گویا ایک اسلامی حکومت بن جائے گی۔ ان دلائل کی روشنی میں اور خاص طور پر لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن جیسے اہم حکم کی موجودگی میں مَیں سمجھتا ہوں کہ مذہب کو امورِ سلطنت اور قانون سازی میں کوئی بالا اختیار دینے کی ضرورت نہیں۔

اسلام اور ریاست

قرآن کریم کے گہرے مطالعہ کے بعد میں شرح صدر سے کہہ سکتا ہوں کہ قرآن کریم جب حکومت کے موضوع پر بات کرتا ہے تو مسلم اور غیر مسلم ممالک میں امتیاز نہیں کرتا اور امور سلطنت کی بجا آوری کے سلسلہ میں جو معیار قائم کرتا ہے اس کے اوّل مخاطب اگرچہ مسلمان ہیں لیکن دراصل مخاطب تمام بنی نوع انسان ہیں۔ اس ضمن میں قرآن کریم نے جو تعلیم دی ہے وہ ہندوؤں، سکھوں، بدھوں، عیسائیوں، یہودیوں، مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں غرضیکہ سب کے لئے یکساں طور پر قابل عمل ہے۔ اس تعلیم کا خلاصہ جن آیات میں بیان ہوا ہے ان میں سے ایک آیت پہلے درج کی جا چکی ہے۔ اس مضمون کی بعض دیگر آیات درج ذیل ہیں۔

﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾(النسآء : 66)

ترجمہ:۔نہیں۔ تیرے ربّ کی قسم! وہ کبھی ایمان نہیں لا سکتے جب تک وہ تجھے ان امور میں منصف نہ بنا لیں جن میں ان کے درمیان جھگڑا ہوا ہے۔ پھر تو جو بھی فیصلہ کرے اس کے متعلق وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور کامل فرمانبرداری اختیار کریں۔

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ۔ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْفَقِیْرًا فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِھِمَا۔ فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا ۔ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا﴾ (النساء :136)

ترجمہ:۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ خواہ کوئی امیر ہو یا غریب دونوں کا اللہ ہی نگہبان ہے۔ پس اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو مبادا عدل سے گریز کرو۔ اور اگر تم نے گول مول بات کی یا پہلوتہی کر گئے تو یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے بہت باخبر ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں اس موضوع پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر حاکم اور صاحبِ امر اللہ تعالیٰ کے حضور براہ راست اس بات کا جوابدہ ہے کہ وہ اپنی رعایا اور ماتحتوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ چونکہ اس موضوع پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے اس لئے اس پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس بحث کا لُبّ لباب یہ ہے کہ اسلام ایک ایسی کامل اور غیر جانبدار مرکزی حکومت کا تصور پیش کرتا ہے جس میں ریاست کے شہری ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہوں اور سب پر قوانین کا یکساں اطلاق ہو اور مذہبی اختلافات کا امورِ سلطنت میں کوئی عمل دخل نہ ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ وہ دنیوی معاملات میں رائج الوقت قانون کی اتباع کریں۔ چنانچہ فرماتا ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾

(سورۃ النساء آیت:60)

ترجمہ:۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔ اور اگر تم کسی معاملہ میں (اولوالامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

لیکن جہاں تک خدا اور بندہ کے تعلق کا سوال ہے یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو مذہب سے مخصوص ہے اور ریاست کو اس میں مداخلت کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ ہر شخص پوری طرح آزاد ہے کہ جو عقیدہ چاہے رکھے اور اس کا اظہار کرے۔ ہر شخص کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اللہ تعالیٰ یا کسی بت کی پرستش کرے۔

پس اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مذہب کا کوئی حق نہیں کہ وہ ان معاملات میں دخل اندازی کرے جو خالصتاً ریاست کے دائرہ کار میں آتے ہیں نہ ہی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مذہبی معاملات میں مداخلت کرے۔ اسلام نے جملہ حقوق اور فرائض کا اتنی وضاحت کے ساتھ تعیّن کر دیا ہے کہ کسی ٹکراؤ کی صورت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اس موضوع سے متعلق بہت سی آیات کا مذہبی امن کے ضمن میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ بعض دفعہ بہت سے سیکولر ممالک اپنی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اور یہی حال مذہبی ریاستوں یا ان ریاستوں کا ہے جن پر مذہب کے ٹھیکیدار مسلّط ہیں۔ ایسے ممالک جہاں مذہبی جنونیوں کی حکومت ہو ان کے لئے ہمدردی کے جذبات تو شاید پیدا نہ ہوں لیکن ان کے ہاں غیر متوازن نظریات کا پایا جانا کسی حد تک قابل فہم ہے، مگر جب اس قسم کی خام اور طفلانہ حرکات کا مظاہرہ ان سیکولر ممالک میں بھی کیا جائے جو بزعم خود روشن خیال اور ترقی یافتہ کہلاتے ہیں تو یقین نہیں آتا۔ بدقسمتی سے بنی نوع انسان کے سیاسی طرز عمل میں صرف یہی ایک بات نہیں جسے سمجھنا مشکل ہے حقیقت یہ ہے کہ جب تک سیاست اسی طرح قومی مفادات کی اسیر رہے گی اور اس کی سوچ قومیت کے تنگ دائرہ سے باہر نہیں نکلے گی اس وقت تک سیاست میں اصول نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہوگی۔ جب تک قومی تعصّبات سیاسی فکر پر حاوی رہیں گے اور جب تک قومی مفاد سے تصادم کی صورت میں سچائی، دیانت اور عدل و انصاف کو نظر انداز کیا جاتا رہے گا اور حب الوطنی کی یہی تعریف کی جاتی رہے گی انسانی سیاست اسی طرح مشکوک، متناقض اور متنازعہ رہے گی۔

قرآن کریم حکومت اور عوام کی جو ذمہ داریاں بیان فرماتا ہے ان میں سے بعض کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے مثلاً خوراک، لباس، رہائش اور دیگر بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی، عالمی امداد کے اصول، حکومت اور عوام کے احتساب کا طریق کار، حکومت اور عوام کس طرح ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں؟ حقیقی انصاف کیا ہے؟ عوام کی تکالیف کا خود احساس کرنا تا کہ انہیں اپنے حقوق کے لئے آواز اٹھانے کی کوئی ضرورت نہ رہے۔ یہ سب امور پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ اسلامی نظام میں حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ عوام کے مسائل سے باخبر رہے اور انہیں اپنے حقوق کے حصول کے لئے ہڑتالوں کی ضرورت نہ پیش آئے۔ آجر اور اجیر کے جھگڑے نہ ہوں اور نہ ہی مظاہروں اور توڑ پھوڑ کی نوبت آئے۔ قرآن کریم نے ان سب کے علاوہ بعض اور ذمہ داریاں بھی بیان فرمائی ہیں جن کا اب ہم مختصر ذکر کرتے ہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَۃً فَانْۢبِذْ اِلَیْھِمْ عَلٰی سَوَآءٍ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ﴾

(سورۃ الانفال آیت ۵۹)

ترجمہ:۔اور اگر کسی قوم سے تو خیانت کا خوف کرے تو ان سے ویسا ہی کر جیسا انہوں نے کیا ہو۔ اللہ خیانت کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ایسے طریق پر حکومت نہ کرو جس کے نتیجہ میں فتنہ و فساد بڑھے اور عوام کے مصائب و مشکلات میں اضافہ ہو۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ مؤثر اور مثبت رنگ میں محنت کرے یہاں تک کہ معاشرہ ہر لحاظ سے امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے۔

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ۔ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ﴾ (سورۃ النمل آیت :63)

ترجمہ:۔یا (پھر) وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کا وارث بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔

بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد کامل انصاف پر ہے

حقیقت یہ ہے کہ آج ہر سیاست دان چھوٹا ہو یا بڑا اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کی راہنمائی کا محتاج ہے۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس میں بین الاقوامی معاملات کی بنیاد کامل عدل و انصاف پر رکھی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ۔ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ اِعْدِلُوْا ۔ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

(سورۃ المائدۃ آیت ۹)

ترجمہ:اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

میں یہ دعویٰ تو نہیں کرتا کہ میں نے دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کے متعلق سب کچھ مطالعہ کر رکھا ہے مگر میں ان مذاہب کی تعلیمات سے بالکل لاعلم بھی نہیں ہوں۔ مجھے ان مذاہب کی کتب میں کوئی ایک بھی ایسا حکم نہیں ملا جو اس قرآنی آیت کے معیار پر پورا اترتا ہو۔ دیگر مذہبی کتب کا تو یہ حال ہے کہ ان میں بین الاقوامی تعلقات کا ذکر شاذ و نادر کے طور پر ہی ملتا ہے تاہم اگر کسی اور مذہب میں بھی ایسی ہی تعلیم پائی جاتی ہو تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اسلام اس تعلیم سے پورے طور پر اتفاق کرتا ہے کیونکہ یہی وہ تعلیم ہے جو عالمی امن کے سلسلہ میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

آج ساری دنیا امنِ عالم کے مستقبل کے متعلق فکر مند ہے۔ سوشلسٹ دنیا میں رونما ہونے والے عہد ساز تغیرات اور عالمی طاقتوں کے باہمی تعلقات میں بہتری سے امید کی ہلکی سی جھلک نظر آتی ہے۔ لوگ بڑے خوش دکھائی دے رہے ہیں۔ ہمارے اردگرد جو انقلابی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں ان کے ممکنہ نتائج کے بارہ میں دنیا بھر کے سیاسی راہنما نہ صرف انتہائی پر امید ہیں بلکہ ضرورت سے زیادہ خوش نظر آرہے ہیں خصوصیت سے مغربی دنیا تو کچھ زیادہ ہی پر اعتماد ہے اور خوشی سے پھولی نہیں سما رہی۔ امریکیوں کی تو باچھیں کھلی جا رہی ہیں انہیں اپنے جذبات مسرت کو سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے۔ وہ اشتراکی دنیا پر اپنی اس عظیم الشان فتح کے شادیانے بجا رہے ہیں اور بعض لوگ تو اسے خیر کی شر پر اور حق کی باطل پر فتح قرار دے رہے ہیں۔ یہاں دنیا بھر کی جغرافیائی اور سیاسی صورت حال کا مفصل تجزیہ پیش کرنے کا موقع تو نہیں تاہم جولائی ۱۹۹۰ء کے آخر میں جماعت احمدیہ برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں اس موضوع پر تفصیل سے بات کروں گا۔

اقوامِ متحدہ کا کردار

دنیا میں رونما ہونے والے حالیہ واقعات اور عالمی امن کے مستقبل پر جگہ جگہ جو بحث و تمحیص جاری ہے اس کا یہ پہلو خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اقوام متحدہ کو امنِ عالم کے قیام اور اس کے تحفظ کے سلسلہ میں پہلے سے کہیں زیادہ مؤثر طور پر ادا کرنا ہوگا۔ دو سُپر طاقتوں کے مابین سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد امید کی جا رہی ہے کہ عالمی مسائل کے بارہ میں ان کا موقف ایک سا ہو جائے گا جس کے نتیجہ میں سلامتی کونسل میں ویٹو کے حق کا استعمال بھی کم ہو جائے گا اور عالمی مسائل باہمی رضا مندی سے طے ہونے لگیں گے اور یوں سلامتی کونسل مستقبل میں ایک نئے روپ میں ہمارے سامنے آئے گی البتہ چین کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار، محبت اور رحمت کے اُسوہ سے دنیا کو آگاہ کرنا چاہئے۔ ہر ملک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلوؤں کو اجاگر کرنے اور اپنے اعمال کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔

ڈنمارک میں انتہائی غلیظ، توہین آمیز اور مسلمانوں کے جذبات کو انگیخت کرنے والے کارٹونوں کی اشاعت کی پُرزور مذمّت اور اس کے خلاف اسلامی تعلیمات کے دائرہ میں رہتے ہوئے جماعت احمدیہ کے ردّعمل اور اس کے مثبت اثرات کا تذکرہ۔

اس قسم کی حرکتوں سے ان لوگوں کے اسلام سے بغض اور تعصب کا اظہار ہوتا ہے۔ اور ان گندے ذہن والوں کے ذہنوں کی غلاظت اور خدا سے دُوری نظر آجاتی ہے۔

جھنڈے جلانا، ہڑتالیں کرنا، توڑ پھوڑ کرنا یا فساد پھیلانا احتجاج کا صحیح طریق نہیں ہے۔

ہمیں اپنے روّیے اسلامی اقدار اور تعلیم کے مطابق ڈھالنے چاہئیں۔ ہمارا ردّعمل ہمیشہ ایسا ہونا چاہئے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اسوہ نکھر کر سامنے آئے۔

احمدیوں کو صحافت کا شعبہ اپنانے کی تحریک

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 10رفروری 2005ء بمطابق 10رتبلیغ 1384 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیاء:۱۰۸)

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾

(الاحزاب:57-58)

آجکل ڈنمارک اور مغرب کے بعض ممالک کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انتہائی غلیظ اور مسلمانوں کے جذبات کو انگیخت کرنے والے، ابھارنے والے، کارٹون اخباروں میں شائع کرنے پر تمام اسلامی دنیا میں غم و غصے کی ایک لہر دوڑ رہی ہے اور ہر مسلمان کی طرف سے اس بارے میں ردعمل کا اظہار ہو رہا ہے۔ بہرحال قدرتی طور پر اس حرکت پر ردّعمل کا اظہار ہونا چاہئے تھا۔ اور ظاہر ہے احمدی بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عشق میں یقیناً دوسروں سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ اس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کی وجہ سے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا فہم و ادراک دوسروں سے بہت زیادہ ہے اور کئی احمدی خط بھی لکھتے ہیں اور اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتے ہیں، تجاویز دیتے ہیں کہ ایک مستقل مہم ہونی چاہئے، دنیا کو بتانا چاہئے کہ اس عظیم نبی کا کیا مقام ہے تو بہرحال اس بارے میں جہاں جہاں بھی جماعتیں Active ہیں وہ کام کر رہی ہیں لیکن جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارا ردّعمل کبھی ہڑتالوں کی صورت میں نہیں ہوتا اور نہ آگیں لگانے کی صورت میں ہوتا ہے اور نہ ہی ہڑتالیں اور توڑ پھوڑ، جھنڈے جلانا اس کا علاج ہے۔

اس زمانے میں دوسرے مذاہب والے مذہبی بھی اور مغربی دنیا بھی اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کر رہے ہیں۔ اس وقت مغرب کو مذہب سے تو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ان کی اکثریت دنیا کی لہو و لعب میں پڑ چکی ہے۔ اور اس میں اس قدر Involve ہو چکے ہیں کہ ان کا مذہب چاہے اسلام ہو، عیسائیت ہو یا اپنا کوئی اور مذہب جس سے یہ منسلک ہیں ان کی کچھ پرواہ نہیں وہ اس سے بالکل لاتعلق ہو چکے ہیں۔ اکثریت میں مذہب کے تقدس کا احساس ختم ہو چکا ہے بلکہ ایک خبر فرانس کی شاید پچھلے دنوں میں یہ بھی تھی کہ ہم حق رکھتے ہیں ہم چاہے تو، نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ کا بھی کارٹون بنا سکتے ہیں۔ تو یہ تو ان لوگوں کا حال ہو چکا ہے۔ اس لئے اب دیکھ لیں یہ کارٹون بنانے والوں نے جو انتہائی قبیح حرکت کی ہے اور جیسی یہ سوچ رکھتے ہیں اور اسلامی دنیا کا جو ردّعمل ظاہر ہوا ہے اس پر ان میں سے کئی لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ یہ ردّ عمل اسلامی معاشرے اور مغربی سیکولر جمہوریت کے درمیان تصادم ہے حالانکہ اس کا معاشرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب تو ان لوگوں کی اکثریت جیسا کہ مَیں نے کہا اخلاق باختہ ہو چکی ہے۔ آزادی کے نام پر بے حیائیاں اختیار کی جا رہی ہیں، حیا تقریباً ختم ہو چکی ہے۔

بہرحال اس بات پر بھی ان میں سے ہی بعض ایسے لکھنے والے شرفاء ہیں یا انصاف پسند ہیں انہوں نے اس نظریے کو غلط قرار دیا ہے کہ اس ردّعمل کو اسلام اور مغربی سیکولر جمہوریت کے مقابلے کا نام دیا جائے۔ انگلستان کے ہی ایک کالم لکھنے والے رابرٹ فسک (Robert Fisk) نے کافی انصاف سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے۔ ڈنمارک کے ایک صاحب نے لکھا تھا کہ اسلامی معاشرے اور مغربی سیکولر جمہوریت کے درمیان تصادم ہے اس بارے میں انہوں نے لکھا کہ یہ بالکل غلط بات ہے، یہ کوئی تہذیبوں کا یا سیکولرازم کا تصادم نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ آزادی اظہار کا مسئلہ بھی نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق پیغمبر پر خدا نے براہ راست اپنی تعلیمات نازل کیں وہ زمین پر خدا کے ترجمان ہیں جبکہ یہ (یعنی عیسائی) سمجھتے ہیں، (اب یہ عیسائی لکھنے والا لکھ رہا ہے) کہ انبیاء اور ولی ان کی تعلیمات انسانی حقوق اور آزادیوں کے جدید تصور سے ہم آہنگ نہ ہونے کے سبب تاریخ کے دھندلکوں میں گم ہو گئے ہیں۔ مسلمان مذہب کو اپنی زندگی کا حصہ سمجھتے ہیں اور صدیوں کے سفر اور تغیرات کے باوجود ان کی یہ سوچ برقرار ہے جبکہ ہم نے مذہب کو عملاً زندگی سے علیحدہ کر دیا ہے۔ اس لئے ہم اب مسیحیت بمقابلہ اسلام نہیں بلکہ مغربی تہذیب بمقابلہ اسلام کی بات کرتے ہیں اور اس بنیاد پر یہ بھی چاہتے ہیں کہ جب ہم اپنے پیغمبروں یا ان کی تعلیمات کا مذاق اڑا سکتے ہیں تو آخر باقی مذاہب کا کیوں نہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ کیا یہ رویہ اتنا ہی بے ساختہ ہے۔ کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ کوئی 10-12 برس پہلے ایک فلم Last Temptation of christ ریلیز ہوئی تھی جس میں حضرت عیسیٰؑ کو ایک عورت

کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دکھانے پر بہت شور مچا تھا۔اور پیرس میں کسی نے مشتعل ہوکر ایک سینما کو نذر آتش کر دیا تھا۔ایک فرانسیسی نوجوان قتل بھی ہوا تھا۔اس بات کا کیا مطلب ہے۔ایک طرف تو ہم میں سے بھی بعض لوگ مذہبی جذبات کی توہین برداشت نہیں کر پاتے مگر ہم یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ مسلمان آزادی اظہار کے ناطے گھٹیا ذوق کے کارٹونوں کی اشاعت پر برداشت سے کام لیں۔کیا یہ درست رویہ ہے۔جب مغربی رہنما یہ کہتے ہیں کہ وہ اخبارات اور آزادی اظہار پر قدغن نہیں لگا سکتے تو مجھے ہنسی آتی ہے۔کہتے ہیں کہ اگر متنازعہ کارٹونوں میں پیغمبر اسلام کی بجائے بم والے ڈیزائن کی ٹوپی کسی یہودی رِبّی (Rabbi) کے سر پر دکھائی جاتی تو کیا شور نہ مچتا کہ اس سے اینٹی سمٹ ازم (Anti Semitism) کی بُو آتی ہے یعنی یہودیوں کے خلاف مخالفت کی بوآتی ہے اور یہودیوں کی مذہبی دلآزاری کی جارہی ہے۔اگر آزادی اظہار کی حرمت کا ہی معاملہ ہے تو پھر فرانس، جرمنی یا آسٹریا میں اس بات کو چیلنج کرنا قانوناً کیوں جرم ہے کہ دوسری عالمی جنگ میں یہودیوں کی نسل کشی نہیں کی گئی۔ان کارٹونوں کی اشاعت سے اگر ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوئی جو مسلمانوں میں مذہبی اصلاح یا اعتدال پسندی کے حامی ہیں اور روشن خیالی کے مباحث کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو اس پر بہت کم لوگوں کو اعتراض ہوتا۔لیکن ان کارٹونوں سے سوائے اس کے کیا پیغام دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام ایک پرتشدد مذہب ہے۔ان کارٹونوں نے جہاں چہار جانب اشتعال پھیلانے کے اور کیا مثبت اقدام کیا ہے۔

(روزنامہ جنگ لندن۔ 7/ فروری 2006ء صفحہ 3،1)

بہرحال کچھ رویہ بھی مسلمانوں کا تھا جس کی وجہ سے ایسی حرکت کا موقع ملا،لیکن ان لوگوں میں شرفاء بھی ہیں جو حقائق بیان کرنا جانتے ہیں۔

مَیں نے مختلف ملکوں سے جو وہاں ردعمل ہوئے،یعنی مسلمانوں کی طرف سے بھی اور ان یورپین دنیا کے حکومتی نمائندوں یا اخباری نمائندوں کی طرف سے بھی جو اظہار رائے کیا گیا ان کی رپورٹیں منگوائی ہیں۔ اس میں خاصی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جنہوں نے اخبار کے اس اقدام کو پسند نہیں کیا۔لیکن بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا کہیں نہ کہیں سے کسی وقت ایسا شوشہ چھوڑا جاتا ہے جس سے ان گندے ذہن والوں کے ذہنوں کی غلاظت اور خدا سے دُوری نظر آ جاتی ہے۔اسلام سے بغض اور تعصب کا اظہار ہوتا ہے۔لیکن مَیں یہ کہوں گا کہ بدقسمتی سے مسلمانوں کے بعض لیڈروں کے غلط ردّعمل سے ان لوگوں کو اسلام کو بدنام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔یہی چیزیں ہیں جن سے پھر یہ لوگ بعض سیاسی فائدے بھی اٹھاتے ہیں۔ پھر عام زندگی میں مسلمان کہلانے والوں کے رویے ایسے ہوتے ہیں جن سے یہاں کی حکومتیں تنگ آ جاتی ہیں۔مثلاً کام نہ کرنا، زیادہ تر یہ کہ گھر بیٹھے ہوئے ہیں،سوشل ہیلپ (Social Help) لینے لگ گئے۔یا ایسے کام کرنا جن کی اجازت نہیں ہے یا ایسے کام کرنا جن سے ٹیکس چوری ہوتا ہو اور اس طرح کے اَور بہت سے غلط کام ہیں۔تو یہ موقع مسلمان خود فراہم کرتے ہیں اور یہ ہوشیار قومیں پھر اس سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔

بعض دفعہ ظلم بھی ان کی طرف سے ہو رہا ہوتا ہے لیکن مسلمانوں کے غلط ردّعمل کی وجہ سے مظلوم بھی یہی لوگ بن جاتے ہیں اور مسلمانوں کو ظالم بنا دیتے ہیں۔یہ ٹھیک ہے کہ شاید مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت اس توڑ پھوڑ کو اچھا نہیں سمجھتی لیکن لیڈرشپ یا چند فسادی بدنام کرنے والے بدنامی کرتے ہیں۔

اب مثلاً ایک رپورٹ ڈنمارک کی ہے کہ اس کے بعد کیا ہوا، ڈینش عوام کا ردّعمل یہ ہے کہ اخبار کی معذرت کے بعد مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس معذرت کو مان لیں اور اس مسئلے کو پرامن طور پر ختم کریں تاکہ اسلام کی اصل تعلیم ان تک پہنچے اور Violence سے بچ جائیں۔پھر یہ ہے کہ ٹی وی پر پروگرام آ رہے ہیں کہتے ہیں کہ یہاں کے بچے ڈینشوں کے خلاف ردّعمل دیکھ کر کہ ان کے ملک کا جھنڈا جلایا جا رہا ہے، ایمبیسیز جلائی جارہی ہیں بہت ڈرے اور سہمے ہوئے ہیں۔، وہ یہ محسوس کر رہے ہیں گویا جنگ کا خطرہ ہے اور ان کو مار دینے کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔اب عوام میں بھی اور بعض سیاستدانوں میں بھی اس کو دیکھ کر انہوں نے ناپسند کیا ہے اور ایک ردّعمل یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ مسلمانوں کی اس دلآزاری کے بدلے میں خود ہمیں ایک بڑی مسجد مسلمانوں کو بنا کر دینی چاہئے جس کا خرچ یہاں کی فرمیں ادا کریں اور کوپن ہیگن کے سپریم میئر نے اس تجویز کو پسند کیا ہے۔پھر مسلمانوں کی اکثریت بھی جیسا کہ مَیں نے کہا کہتی ہے کہ ہمیں معذرت کو مان لینا چاہئے لیکن ان کے ایک لیڈر ہیں جو 27 تنظیموں کے نمائندے ہیں وہ یہ بیان دے رہے ہیں کہ اگرچہ اخبار نے معذرت کر دی ہے تاہم وہ ایک بار پھر ہمارے سب کے سامنے آ کر معذرت کرے تو ہم مسلمان ملکوں میں جا کر بتائیں گے کہ اب تحریک کو ختم کر دیں۔اسلام کی ایک عجیب خوفناک تصویر کھینچنے کی یہ کوشش کرتے ہیں۔بجائے صلح کا ہاتھ بڑھانے کے ان کا رجحان فساد کی طرف ہے۔ان فسادوں سے جماعت احمدیہ کا تو کوئی تعلق نہیں مگر ہمارے مشنوں کو بھی فون آتے ہیں،بعض مخالفین کی طرف سے دھمکیوں کے خط آتے ہیں کہ ہم یہ کر دیں گے، وہ کر دیں گے۔تو اللہ تعالیٰ جہاں جہاں بھی جماعت کی مساجد ہیں، مشن ہیں، محفوظ رکھے اور ان کے شر سے بچائے۔

بہرحال جب غلط ردّعمل ہوگا تو اس کا دوسری طرف سے بھی غلط اظہار ہوگا۔جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جب ان لوگوں نے اپنے رویے پر معافی وغیرہ مانگ لی اور پھر مسلمانوں کا ردّعمل جب سامنے آتا ہے تو اس پر باوجود یہ لوگ ظالم ہونے کے، بہرحال انہوں نے ظلم کیا ایک نہایت غلط قدم اٹھایا، اب مظلوم بن جاتے ہیں۔تو اب دیکھیں کہ وہ ڈنمارک میں معافیاں مانگ رہے ہیں اور مسلمان لیڈر اَڑے ہوئے ہیں۔پس ان مسلمانوں کو بھی ذرا عقل کرنی چاہئے کچھ ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور اپنے ردّعمل کے طریقے بدلنے چاہئیں۔اور جیسا کہ مَیں نے کہا تھا شاید بلکہ یقینی طور پر سب سے زیادہ اس حرکت پر ہمارے دل چھلنی ہیں لیکن ہمارے ردّعمل کے طریق اور ہیں۔ یہاں مَیں یہ بھی بتا دوں کہ کوئی بعید نہیں کہ ہمیشہ کی طرح وقتاً فوقتاً یہ ایسے شوشے آئندہ بھی چھوڑتے رہیں،کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کر جائیں جس سے پھر مسلمانوں کی دلآزاری ہو۔اور ایک مقصد یہ بھی اس کے پیچھے ہوسکتا ہے کہ قانوناً مسلمانوں پر خاص طور پر مشرق سے آنے والے اور برصغیر پاک و ہند سے آنے والے مسلمانوں پر اس بہانے پابندی لگانے کی کوشش کی جائے۔بہرحال قطع نظر اس کے کہ یہ پابندیاں لگاتے ہیں یا نہیں،ہمیں اپنے رویے، اسلامی اقدار اور تعلیم کے مطابق ڈھالنے چاہئیں، بنانے چاہئیں۔

جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ اسلام کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ابتداء سے ہی یہ سازشیں چل رہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کیونکہ اس کی حفاظت کرنی ہے، وعدہ ہے اس لئے وہ حفاظت کرتا چلا آ رہا ہے، ساری مخالفانہ کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں۔

اس زمانے میں اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مقصد کے لئے مبعوث فرمایا ہے،اور اس زمانے میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے ہوئے اور جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور بعد میں آپؑ کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے آپؑ کے خلفاء نے جماعت کی رہنمائی کی اور ردّعمل ظاہر کیا اور پھر جو اس کے نتیجے نکلے اس کی ایک دو مثالیں پیش کرتا ہوں تاکہ وہ لوگ جو احمدیوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہڑتالیں نہ کرکے اور ان میں شامل نہ ہو کر ہم یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کا کوئی درد نہیں ہے، ان پر جماعت کے کارنامے واضح ہو جائیں۔

ہمارا ردّعمل ہمیشہ ایسا ہوتا ہے اور ہونا چاہئے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اسوہ نکھر کر سامنے آئے۔قرآن کریم کی تعلیم نکھر کر سامنے آئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ناپاک حملے دیکھ کر بجائے تخریبی کارروائیاں کرنے کے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اس سے مدد مانگنے والے ہم بنتے ہیں۔اب مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عشق رسولؐ کی غیرت پر دو مثالیں دیتا ہوں۔

پہلی مثال عبداللہ آتھم کی ہے جو عیسائی تھا۔اس نے اپنی کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنے انتہائی غلیظ ذہن کا مظاہرہ کرتے ہوئے دجّال کا لفظ نعوذ باللہ استعمال کیا۔اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اسلام اور عیسائیت کے بارے میں ایک مباحثہ بھی چل رہا تھا، ایک بحث ہو رہی تھی۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ سو میں پندرہ دن تک بحث میں مشغول رہا، بحث چلتی رہی اور پوشیدہ طور پر آتھم کی سرزنش کے لئے دعا مانگتا رہا۔یعنی جو الفاظ اس نے کہے ہیں اس کی پکڑ کے لئے۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ جب بحث ختم ہوئی تو مَیں نے اس سے کہا کہ ایک بحث تو ختم ہوگئی مگر ایک رنگ کا مقابلہ باقی رہا جو خدا کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی کتاب ’’اندرونہ بائیبل‘‘ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دجّال کے نام سے پکارا ہے۔اور مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور سچا جانتا ہوں اور دین اسلام کو مِن جانب اللہ یقین رکھتا ہوں۔پس یہ وہ مقابلہ ہے کہ آسمانی فیصلہ اس کا تصفیہ کرے گا۔اور وہ آسمانی فیصلہ یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے جو شخص اپنے قول میں جھوٹا ہے اور ناحق رسول کو کاذب اور دجال کہتا ہے اور حق کا دشمن ہے وہ آج کے دن سے پندرہ مہینے تک اس شخص کی زندگی میں ہی جو حق پر ہے ہاویہ میں گرے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔یعنی راستباز اور صادق نبی کو دجال کہنے سے باز نہ آوے اور بے باکی اور بدزبانی نہ چھوڑے۔یہ اس لئے کہا گیا کہ صرف کسی مذہب کا انکار کر دینا دنیا میں مستوجب سزا نہیں ٹھہرتا بلکہ بے باکی اور شوخی اور بدزبانی مستوجب سزا ٹھہرتی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جب مَیں نے یہ کہا تو اس کا رنگ فق ہو گیا، چہرہ زرد ہو گیا اور ہاتھ کانپنے لگے تب اس نے بلاتوقف اپنی زبان منہ سے نکالی اور دونوں ہاتھ کانوں پر دھر لئے اور ہاتھوں کو مع سر کے ہلانا شروع کیا جیسا ایک ملزم خائف ایک الزام کا سخت انکار کرکے توبہ اور انکسار کے رنگ میں اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے اور بار بار کہتا تھا کہ توبہ توبہ مَیں نے بے ادبی اور گستاخی نہیں کی اور پھر بعد میں بھی اسلام کے خلاف کبھی نہیں بولا۔

تو یہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت رکھنے والے شیر خدا کا ردّعمل۔ وہ للکارتے تھے ایسی حرکتیں کرنے والوں کو۔

پھر ایک شخص لیکھرام تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتا تھا۔ اس کی اس دریدہ دہنی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو باز رکھنے کی کوشش کی۔ وہ باز نہ آیا۔ آخر آپؑ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دردناک موت کی خبر دی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ایک دشمن اللہ اور رسول کے بارے میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتا ہے اور ناپاک کلمے زبان پر لاتا ہے جس کا نام لیکھرام ہے مجھے وعدہ دیا اور میری دعا سنی اور جب مَیں نے اس پر بددعا کی کہ تو خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ 6 سال کے اندر ہلاک ہو جائے گا۔ یہ ان کے لئے نشان ہے جو سچے مذہب کو ڈھونڈتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ بڑی دردناک موت مرا۔

یہی اسلوب ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکھائے کہ اس قسم کی حرکت کرنے والوں کو سمجھاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن بیان کرو، دنیا کو ان خوبصورت اور روشن پہلوؤں سے آگاہ کرو جو دنیا کی نظر سے چھپے ہوئے ہیں اور اللہ سے دعا کرو کہ یا تو اللہ تعالیٰ ان کو ان حرکتوں سے باز رکھے یا پھر خود ان کی پکڑ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے اپنے طریقے ہیں وہ بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس طریقے سے کس کو پکڑنا ہے۔

پھر خلافت ثانیہ میں ایک انتہائی بے ہودہ کتاب ’’رنگیلا رسول‘‘ کے نام سے لکھی گئی۔ پھر ایک رسالے ’’ورتمان‘‘ نے ایک بیہودہ مضمون شائع کیا جس پر مسلمانان ہند میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔ ہر طرف مسلمانوں میں ایک جوش تھا اور بڑا سخت ردعمل تھا۔ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے بھائیو! مَیں دردمند دل سے پھر کہتا ہوں کہ بہادر وہ نہیں جو لڑ پڑتا ہے۔ وہ بزدل ہے کیونکہ وہ اپنے نفس سے دب گیا ہے۔ اب یہ حدیث کے مطابق ہے غصہ کو دبانے والا اصل میں بہادر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ بہادر وہ ہے جو ایک مستقل ارادہ کر لیتا ہے اور جب تک اسے پورا نہ کرے اس سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ آپؓ نے فرمایا اسلام کی ترقی کے لئے تین باتوں کا عہد کرو۔ پہلی بات یہ کہ آپ خشیت اللہ سے کام لیں گے اور دین کو بے پرواہی کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے۔ پہلے خود اپنے عمل ٹھیک کرو۔ دوسرے یہ کہ تبلیغ اسلام سے پوری دلچسپی لیں گے۔ اسلام کی تعلیم دنیا کے ہر شخص کو پتہ لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں، محاسن خوبصورت زندگی پتہ لگے، اسوہ پتہ لگے۔ تیسرے یہ کہ آپ مسلمانوں کو تمدنی اور اقتصادی غلامی سے بچانے کے لئے پوری کوشش کریں گے۔ اب ہر ایک مسلمان کا عام آدمی کا بھی لیڈروں کا بھی فرض ہے۔ اب دیکھیں باوجود آزادی کے یہ مسلمان ممالک جو آزاد کہلاتے ہیں آزاد ہونے کے باوجود ابھی تک تمدنی اور اقتصادی غلامی کا شکار ہیں۔ ان مغربی قوموں کے مرہون منت ہیں ان کی نقل کرنے کی طرف لگے ہوئے ہیں۔ خود کام نہیں کرتے زیادہ تر ان پر ہمارا انحصار ہے۔ اور اسی لئے یہ وقتاً فوقتاً مسلمانوں کے جذبات سے یہ کھیلتے بھی رہتے ہیں۔ پھر آپؓ نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے بھی شروع کروائے۔ تو یہ طریقے ہیں احتجاج کے، نہ کہ توڑ پھوڑ کرنا فساد پیدا کرنا۔ اور ان باتوں میں جو آپ نے مسلمانوں کو مخاطب کی تھیں سب سے زیادہ احمدی مخاطب ہیں۔

ان ملکوں کی بعض غلط روایات غیر محسوس طریقے پر ہمارے بعض خاندانوں میں داخل ہو رہی ہیں۔ مَیں احمدیوں کو کہتا ہوں کہ آپ لوگ بھی مخاطب تھے۔ یہ جو اچھی چیزیں ہیں ان کے تمدن کی وہ تو اختیار کریں لیکن جو غلط باتیں ہیں ان سے ہمیں بچنا چاہئے۔ تو ہمارا ری ایکشن (Reaction) یہی ہونا چاہئے کہ بجائے صرف توڑ پھوڑ کے ہمیں اپنے جائزے لینے کی طرف توجہ پیدا ہونی چاہئے، ہم دیکھیں ہمارے عمل کیا ہیں، ہمارے اندر خدا کا خوف کتنا ہے، اس کی عبادت کی طرف کتنی توجہ ہے، دینی احکامات پر عمل کرنے کی طرف کتنی توجہ ہے، اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کی طرف کتنی توجہ ہے۔

پھر دیکھیں خلافت رابعہ کا دور تھا جب رُشدی نے بڑی توہین آمیز کتاب لکھی تھی۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطبات بھی دیئے تھے اور ایک کتاب بھی لکھوائی تھی۔ پھر جس طرح کہ مَیں نے کہا یہ حرکتیں ہوتی رہتی ہیں۔ گزشتہ سال کے شروع میں بھی اس طرح کا ایک مضمون آیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں۔ اس وقت بھی مَیں نے جماعت کو بھی اور ذیلی تنظیموں کو بھی توجہ دلائی تھی کہ مضامین لکھیں خطوط لکھیں، رابطے وسیع کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی خوبیاں اور ان کے محاسن بیان کریں۔ تو یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حسین پہلوؤں کو دنیا کو دکھانے کا سوال ہے یہ توڑ پھوڑ سے تو نہیں حاصل ہو سکتا۔ اس لئے اگر ہر طبقے کے احمدی ہر ملک میں دوسرے پڑھے لکھے اور سمجھدار مسلمانوں کو بھی شامل کریں کہ تم بھی اس طرح پرامن طور پر یہ ردّعمل ظاہر کرو اپنے رابطے بڑھاؤ اور لکھو تو ہر ملک میں ہر طبقے میں اتمام حجت ہو جائے گی اور پھر جو کرے گا اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃٌ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ خود فرماتا ہے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (الانبیاء:۱۰۸) کہ ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر۔ اور آپؐ سے بڑی ہستی، رحمت بانٹنے والی ہستی، نہ پہلے کبھی پیدا ہوئی اور نہ بعد میں ہو سکتی ہے۔ ہاں آپ کا اُسوہ ہے جو ہمیشہ قائم ہے اور اس پر چلنے کی ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہئے۔ اور اس کے لئے بھی سب سے بڑی ذمہ داری احمدی کی ہے، ہم پر ہی عائد ہوتی ہے۔ تو بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین تھے اور یہ لوگ آپ کی یہ تصویر پیش کرتے ہیں جس سے انتہائی بھیانک تصور ابھرتا ہے۔ پس ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار محبت اور رحمت کے اسوہ کو دنیا کو بتانا چاہئے اور ظاہر ہے اس کو بتانے کے لئے مسلمانوں کو اپنے رویے بھی بدلنے پڑیں گے۔ دہشت گردی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو جنگ سے بچنے کی بھی ہمیشہ کوشش کی ہے۔ جب تک کہ آپ پر مدینہ میں آ کر جنگ ٹھونسی نہیں گئی۔ پھر بہرحال اللہ تعالیٰ کی اجازت سے دفاع میں جنگ کرنی پڑی۔ لیکن وہاں بھی کیا حکم تھا کہ ﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾ (البقرۃ:190) کہ اے مسلمانو! لڑو اللہ کی راہ میں جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اپنے پر نازل ہونے والی شریعت پر عمل کرنے والے تھے۔ ان کے بارے میں ایسے نازیبا خیالات کا اظہار کرنا انتہائی ظلم ہے۔ بہرحال جس طرح یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے معافی مانگ لی ہے اور ہمارے مبلغ کی بھی رپورٹ ہے کہ ان میں سے ایک نے معافی مانگی تھی اظہار کیا تھا۔

دوسرے مسلمانوں کو تو یہ جوش ہے کہ ہڑتالیں کر رہے ہیں توڑ پھوڑ کر رہے ہیں کیونکہ ان کا ردّعمل یہی ہے کہ توڑ پھوڑ ہو اور ہڑتالیں ہوں اور جماعت احمدیہ کا اس واقعہ کے بعد جو فوری ردّعمل ظاہر ہونا چاہئے تھا وہ ہوا۔ احمدی کا ردّعمل یہ تھا کہ انہوں نے فوری طور ان پر اخباروں سے رابطہ پیدا کیا۔ اور پھر یہ کوئی آج کی بات نہیں ہے کہ 2006ء کی فروری میں ہڑتالیں ہو رہی ہیں۔ یہ واقعہ تو گزشتہ سال کا ہے۔ ستمبر میں یہ حرکت ہوئی تھی تو اُس وقت ہم نے کیا کیا تھا۔ یہ جیسا کہ مَیں نے کہا ستمبر کی حرکت ہے یا اکتوبر کے شروع کی کہہ لیں۔ تو ہمارے مبلغ نے اس وقت فوری طور پر ایک تفصیلی مضمون تیار کیا اور جس اخبار میں کارٹون شائع ہوا تھا ان کو یہ بھجوایا اور تصاویر کی اشاعت پر احتجاج کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے بارے میں بتایا کہ یہ ہمارا احتجاج اس طرح ہے۔ ہم جلوس تو نہیں نکالیں گے لیکن قلم کا جہاد ہے جو ہم تمہارے ساتھ کریں گے۔ اور تصویر کی اشاعت پر اظہار افسوس کرتے ہیں۔ اس کو بتایا کہ ضمیر کی آزادی تو ہو گی لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ دوسروں کی دلآزاری کی جائے۔ بہرحال اس کا مثبت ردّعمل ہوا۔ ایک مضمون بھی اخبار کو بھیجا گیا تھا جو اخبار نے شائع کر دیا۔ ڈینش عوام کی طرف سے بڑا اچھا ردّعمل ہوا کیونکہ مشن میں بذریعہ فون اور خطوط بھی انہوں نے ہمارے مضمون کو کافی پسند کیا، پیغام آئے۔ پھر ایک میٹنگ میں جرنلسٹ یونین کے صدر کی طرف سے شمولیت کی دعوت ملی۔ وہاں گئے وہاں وضاحت کی کہ ٹھیک ہے تمہارا قانون آزادی ضمیر کی اجازت دیتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسروں کے مذہبی رہنماؤں اور قابل تکریم ہستیوں کو ہتک کی نظر سے دیکھو اور ان کی ہتک کی جائے۔ اور یہاں جو مسلمان اور عیسائی اس معاشرے میں اکٹھے رہ رہے ہیں ان کے جذبات کا بہرحال خیال رکھنا ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا۔

پھر ان کو بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر حسین تعلیم ہے اور کیسا اسوہ ہے اور کتنے اعلیٰ اخلاق کے آپؐ مالک تھے اور کتنے لوگوں کے ہمدرد تھے، کس طرح ہمدرد تھے خدا کی مخلوق سے اور ہمدردی اور شفقت کے مظہر تھے۔ چند واقعات جب ان کو بتائے کہ بتاؤ کہ جو ایسی تعلیم والا شخص اور ایسے عمل والا شخص ہے اس کے بارے میں اس طرح کی تصویر بنانی جائز ہے؟ تو جب یہ باتیں ہمارے مشنری کی ہوئیں تو انہوں نے بڑا پسند کیا بڑا سراہا۔ اور ایک کارٹونسٹ نے برملا یہ اظہار کیا کہ اگر اس طرح کی میٹنگ پہلے ہو جاتی تو وہ ہرگز کارٹون نہ بناتے، اب انہیں پتہ چلا ہے کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے۔ اور ساروں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ٹھیک ہے ڈائیلاگ (Dialogue) کا سلسلہ چلتا رہنا چاہئے۔

پھر صدر یونین کی طرف سے بھی پریس ریلیز جاری کی گئی جس کا مسوّدہ بھی سب کے سامنے سنایا گیا اور ٹی وی پر انٹرویو ہوا جو بڑا اچھا رہا۔ پھر منسٹر سے بھی میٹنگ کی۔ تو بہرحال جماعت کوشش کرتی ہے۔ دوسرے ملکوں میں بھی اس طرح ہوا ہے۔ تو بہرحال جہاں بنیاد تھی وہاں جماعت نے کافی کام کیا ہے۔ اور کارٹون کی وجہ جو بنی ہے وہ یہ ہے کہ ڈنمارک میں ایک ڈینش رائٹر نے ایک کتاب لکھی ہے، اس کا ترجمہ یہ

ہے کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور قرآن‘‘ جو مارکیٹ میں آ چکی ہے۔ اس کتاب والے نے کچھ تصویریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا کر بھیجنے کو کہا تھا تو بعضوں نے بنائیں۔ وہ تصویریں تھیں اور اپنا نام ظاہر نہیں کیا کہ مسلمانوں کا ردّعمل ہوگا۔ تو بہرحال یہ کتاب ہے جو وجہ بن رہی ہے اس اخبار میں بھی کارٹون ہی وجہ بنی تھی تو اس بارے میں بھی ان کو مستقل کوشش کرتے رہنا چاہئے اور دنیا میں ہر جگہ اگر اس کو پڑھ کر جہاں جہاں بھی اعتراض کی باتیں ہوں وہ پیش کرنی چاہئیں اور جواب دینے چاہئیں۔ لیکن وہاں ڈنمارک میں یہ بھی تصور ہے کہتے ہیں بعض مسلمانوں کے ذریعہ غلط کارٹون جو ہم نے شائع ہی نہیں کئے وہ دکھا کے مسلمان دنیا کو ابھارنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پتہ نہیں یہ سچ ہے یا جھوٹ ہے لیکن ہماری اس فوری توجہ سے ان میں احساس بہرحال پیدا ہوا ہے۔ یہ اسی وقت شروع ہو گیا تھا ان لوگوں کو تو آج پتہ لگ رہا ہے۔ جبکہ یہ تین مہینے پہلے کی بات ہے۔

تو جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ ہر ملک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر جو اسلام کے بارے میں جنگی جنونی ہونے کا ایک تصور ہے اس کو دلائل کے ساتھ رد کرنا ہمارا فرض ہے۔ پہلے بھی میں نے کہا تھا کہ اخباروں میں بھی کثرت سے لکھیں۔ اخباروں کو، لکھنے والوں کو سیرت پر کتابیں بھی بھیجی جا سکتی ہیں۔

پھر یہ بھی ایک تجویز ہے آئندہ کے لئے، یہ بھی جماعت کو پلان (Plan) کرنا چاہئے کہ نوجوان جرنلزم (Journalism) میں زیادہ سے زیادہ جانے کی کوشش کریں جن کو اس طرف زیادہ دلچسپی ہوتا کہ اخباروں کے اندر بھی ان جگہوں پر بھی، ان لوگوں کے ساتھ بھی ہمارا نفوذ رہے۔ کیونکہ یہ حرکتیں وقتاً فوقتاً اٹھتی رہتی ہیں۔ اگر میڈیا کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وسیع تعلق قائم ہوگا تو ان چیزوں کو روکا جا سکتا ہے، ان بیہودہ حرکات کو روکا جا سکتا ہے۔ اگر پھر بھی اس کے بعد کوئی ڈھٹائی دکھاتا ہے تو پھر ایسے لوگ اس زمرے میں آتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا﴾ (الاحزاب: 58) یعنی وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں، اللہ نے ان پر دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی اور اس نے ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔ یہ حکم ختم نہیں ہو گیا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں۔ آپؐ کی تعلیم ہمیشہ زندگی دینے والی تعلیم ہے۔ آپؐ کی شریعت ہر زمانے کے مسائل حل کرنے والی شریعت ہے۔ آپؐ کی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب ملتا ہے۔ تو اس لئے یہ جو تکلیف ہے یہ آپ کے ماننے والوں کو جو تکلیف پہنچائی جا رہی ہے کسی بھی ذریعہ سے اس پر بھی آج صادق آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات زندہ ہے وہ دیکھ رہی ہے کہ کیسی حرکتیں کر رہے ہیں۔

پس دنیا کو آگاہ کرنا ہمارا فرض ہے۔ دنیا کو ہمیں بتانا ہوگا کہ جو اذیت یا تکلیف تم پہنچاتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی سزا آج بھی دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس لئے اللہ اور اس کے رسول کی دلآزاری سے باز آؤ۔ لیکن جہاں اس کے لئے اسلام کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے بارے میں دنیا کو بتانا ہے وہاں اپنے عمل بھی ہمیں ٹھیک کرنے ہوں گے۔ کیونکہ ہمارے اپنے عمل ہی ہیں جو دنیا کے منہ بند کریں گے اور یہی ہیں جو دنیا کا منہ بند کرنے میں سب سے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے رپورٹ میں بتایا تھا وہاں ایک مسلمان عالم پر یہی الزام منافقت کا لگایا جا رہا ہے کہ ہمیں کچھ کہتا ہے اور وہاں جا کے کچھ کرتا ہے، ابھارتا ہے۔ وہ شاید مَیں نے رپورٹ پڑھی نہیں۔ تو ہمیں اپنے ظاہر اور باطن کو، اپنے قول و فعل کو ایک کر کے یہ عملی نمونے دکھانے ہوں گے۔

مسلمان کہلانے والوں کو بھی مَیں یہ کہتا ہوں کہ قطع نظر اس کے کہ احمدی ہیں یا نہیں، شیعہ ہیں یا سنی ہیں یا کسی بھی دوسرے مسلمان فرقے سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر جب حملہ ہو تو وقتی جوش کی بجائے، جھنڈے جلانے کی بجائے، توڑ پھوڑ کرنے کی بجائے، ایمبیسیوں پر حملے کرنے کی بجائے اپنے عملوں کو درست کریں کہ غیر کو انگلی اٹھانے کا موقع ہی نہ ملے۔ کیا یہ آگیں لگانے سے سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور مقام کی نعوذ باللہ صرف اتنی قدر ہے کہ جھنڈے جلانے سے یا کسی سفارتخانے کا سامان جلانے سے بدلہ لے لیا۔ نہیں ہم تو اس نبی کے ماننے والے ہیں جو آگ بجھانے آیا تھا، وہ محبت کا سفیر بن کر آیا تھا، وہ امن کا شہزادہ تھا۔ پس کسی بھی سخت اقدام کی بجائے دنیا کو سمجھائیں اور آپؐ کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں بتائیں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل اور سمجھ دے لیکن مَیں احمدیوں سے یہ کہتا ہوں کہ ان کو تو پتہ نہیں یہ عقل اور سمجھ آئے کہ نہ آئے لیکن آپ میں سے ہر بچہ، ہر بوڑھا، ہر جوان، ہر مرد اور ہر عورت بیہودہ کارٹون شائع ہونے کے ردّعمل کے طور پر اپنے آپ کو ایسی آگ لگانے والوں میں شامل کریں جو کبھی نہ بجھنے والی آگ ہو، جو کسی ملک کے جھنڈے یا جائیدادوں کو لگانے والی آگ نہ ہو جو چند منٹوں میں یا چند گھنٹوں میں بجھ جائے۔ اب بڑے جوش سے لوگ کھڑے ہیں (پاکستان کی ایک تصویر تھی) آگ لگا رہے ہیں جس طرح کوئی بڑا معرکہ مار رہے ہیں۔ یہ پانچ منٹ میں آگ بجھ جائے گی، ہماری آگ تو ایسی ہونی چاہئے جو ہمیشہ لگی رہنے والی آگ ہو۔ وہ آگ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کی آگ جو آپؐ کے ہر اسوہ کو اپنانے اور دنیا کو دکھانے کی آگ ہو۔ جو آپ کے دلوں اور سینوں میں لگے تو پھر لگی رہے۔ یہ آگ ایسی ہو جو دعاؤں میں بھی ڈھلے اور اس کے شعلے ہر دم آسمان تک پہنچتے رہیں۔

پس یہ آگ ہے جو ہر احمدی نے اپنے دل میں لگانی ہے اور اپنے درد کو دعاؤں میں ڈھالنا ہے۔

لیکن اس کے لئے پھر وسیلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی بننا ہے۔ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو کھینچنے کے لئے، دنیا کی لغویات سے بچنے کے لئے، اس قسم کے جو فتنے اٹھتے ہیں ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو دلوں میں سلگتا رکھنے کے لئے، اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار درود بھیجنا چاہئے۔ کثرت سے درود بھیجنا چاہئے۔ اس پُرفتن زمانے میں اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈبوئے رکھنے کے لئے اپنی نسلوں کو احمدیت اور اسلام پر قائم رکھنے کے لئے ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے کہ ﴿اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (الاحزاب:57) کہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجا کرو کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا، بلکہ اس کے تو کئی حوالے ہیں کہ مجھ پر تو اللہ اور اس کے فرشتوں کا درود بھیجنا ہی کافی ہے تمہیں جو حکم ہے وہ تمہیں محفوظ رکھنے کے لئے ہے۔

پس ہمیں اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لئے اس درود کی ضرورت ہے۔ باقی اس آیت اور اس حدیث کا جو پہلا حصہ ہے اس سے اس بات کی ضمانت مل گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو گرانے اور استہزاء کی چاہے یہ لوگ جتنی مرضی کوشش کر لیں اللہ اور اس کے فرشتے جو آپ پر سلامتی بھیج رہے ہیں ان کی سلامتی کی دعا سے مخالف کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر حملوں سے ان کو کبھی کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اسلام نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے اور تمام دنیا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لہرانا ہے۔

اور جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ اس زمانے میں آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر چھوڑا ہے۔

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی کا ایک حوالہ ہے اقتباس ہے، کہتے ہیں کہ ایک بار مَیں نے خود حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا آپؑ فرماتے تھے کہ درود شریف کے طفیل اور اس کی کثرت سے یہ درجے خدا نے مجھے عطا کئے ہیں اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لاانتہا نالیاں ہوتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔ یقیناً کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اور پھر فرمایا کہ درود شریف کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے تا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔

(اخبار الحکم جلد 7 نمبر 8 صفحہ 7 پرچہ 28/ فروری 1903ء)

اللہ کرے کہ ہم زمانے کے فتنوں سے بچنے کے لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دلوں میں قائم رکھنے کے لئے، آپ کی لائی ہوئی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے آپ پر درود بھیجتے ہوئے، اللہ کی طرف جھکتے ہوئے، اس سے مدد مانگتے ہوئے اس کے فضل اور فیض کے وارث بنتے چلے جائیں۔ اللہ ہماری مدد کرے۔

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

بقیہ: اسلام اور قومی و بین الاقوامی سیاسی امن از صفحہ نمبر 4

شاید اس نئی صورت حال میں جذب نہ ہو سکے۔ تاہم اس کے پیچیدہ اقتصادی اور سیاسی مسائل کی موجودگی میں اسے بڑی طاقتوں کے ساتھ تعاون پر آمادہ کر لینا اتنا ناممکن بھی نہیں ہے۔ چین کے متعلق ہمارا اندازہ درست ثابت ہوتا ہے یا نہیں یہ ایک الگ بحث ہے لیکن یہ صاف دکھائی دے رہا ہے کہ آنے والے سالوں میں سیکیورٹی کونسل اور خود اقوام متحدہ واقعات عالم پر اپنی گرفت کے لحاظ سے ایک طاقتور سیاسی آلہ کار بن کر ابھرنے والی ہے جس کے ذریعہ چھوٹی اقوام کو بڑی طاقتوں کی مرضی کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا جائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ دیوارِ برلن کے گرنے سے پہلے تو ایسی صورت حال کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بہرحال یہ سوال اپنی جگہ پر موجود ہے کہ کیا اقوام متحدہ اپنے موجودہ عظیم عدالتی اور انتظامی اختیارات کے ساتھ عالمی امن کے خواب کو حقیقت میں بدل سکتی ہے؟ میرے نزدیک اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔ اگر اس جواب میں آپ کو قنوطیت نظر آئے تو میں معذرت خواہ ہوں۔ بات یہ ہے کہ دنیا میں امن اور جنگ کے فیصلے محض بڑی طاقتوں کے باہمی تعلقات پر ہی منحصر نہیں ہوا کرتے بلکہ یہ ایک بہت گہرا اور پیچیدہ مسئلہ ہے جس کی جڑیں قوموں کے سیاسی اور اخلاقی رجحانات میں پیوست ہیں۔

مزید برآں دنیا میں پایا جانے والا اقتصادی تفاوت اور امیر اور غریب ممالک کے درمیان بڑھتا ہوا بُعد بھی مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کے سلسلہ میں لازماً ایک بے حد اہم اور مؤثر کردار ادا کرے گا جس کے بعض پہلوؤں کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ یہ بات بہرحال یقینی ہے کہ جب تک اقوام متحدہ کے تمام رکن ممالک کے مابین اقتصادی تعلقات میں کامل انصاف کے اصول کو نہیں اپنایا جاتا اور جب تک اسے عملاً نافذ نہیں کیا جاتا امن کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ جب تک اقتصادی اور تجارتی ناانصافیاں ہوتی رہیں گی اور غریب ممالک کی دولت کو لوٹا جاتا رہے گا عالمی امن کی ضمانت کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا نیز جب تک رکن ممالک کے ساتھ اقوام متحدہ کے تعلق اور کردار کا واضح طور پر تعین نہیں ہو جاتا امن عالم کا مستقبل تاریک رہے گا۔

ضرورت ایسے اقدامات کرنے کی ہے جن کے ذریعہ حکومتوں کو اپنے عوام پر ظلم وستم ڈھانے سے باز رکھا جا سکے۔ اقوام متحدہ کے پاس کچھ ایسے اختیارات اور طریق کار ہونا چاہیے جس سے وہ دنیا میں کسی بھی جگہ ہونے والی ناانصافی کے خلاف ایک منصفانہ اور مؤثر جہاد کر سکے۔ جب تک ایسا نہیں ہوتا امن عالم کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

یہ ایک بڑا نازک مگر عالمی امن کے قیام کے لئے بہت ضروری سوال ہے کہ اقوام متحدہ کسی ملک کے داخلی معاملات میں کس حد تک مداخلت کر سکتی ہے لیکن یہ بات طے ہے کہ اگر اقوام متحدہ کی پالیسی کامل انصاف پر مبنی نہ ہو اور سب قوموں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر سلوک نہ کیا جائے تو اس صورت میں اقوام متحدہ کو مختلف ملکوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کے مزید اختیارات دینے سے مسائل پیدا زیادہ ہوں گے اور حل کم ہوں گے۔ پس یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر ٹھنڈے دل کے ساتھ غیر جانبدارانہ طور پر تفصیل سے غور ہونا چاہئے۔

اب تک جو ہوا وہ یہ ہے کہ سوویت یونین اور مشرقی بلاک یہ اعتراف کرنے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں کہ سائینٹیفک سوشلزم کے سب فلسفے ان کی زندگی کو بہتر بنانے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ اس اعترافِ ناکامی سے صورت حال بے حد پیچیدہ ہوگئی ہے۔ آئندہ واقعات عالم کیا رنگ اختیار کریں گے، یہ دیکھنے کے لئے ہمیں ابھی کچھ دیر اور انتظار کرنا پڑے گا۔ ابھی ہم یہ نہیں جانتے کہ کیا سوشلزم کلیۃً پسپا ہو جائے گا اور کیا ساری دنیا سرمایہ دارانہ نظام کی طرف پاگلوں کی طرح سرپٹ دوڑ پڑے گی یا ایک ملے جلے مخلوط اقتصادی نظام کے نئے تجربات کئے جائیں گے۔ ابھی ہمیں یہ علم نہیں ہے کہ کیا آمرانہ حکومتوں کا سخت گیر مرکزی کنٹرول ختم ہو جائے گا یا ایسی حکومتیں پارہ پارہ ہو جائیں گی جس کے نتیجہ میں انارکی اور طوائف الملوکی کی سی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آمرانہ حکومتوں کا کنٹرول رفتہ رفتہ فرد اور سیاست کے مابین 'کچھ لو کچھ دو' کی بنیاد پر ایک نئے مفاہمتی نظام میں تبدیل ہو جائے اور رفتہ رفتہ شہری آزادیاں واپس مل جائیں اور بنیادی انسانی حقوق کو بحال کر دیا جائے۔ صدر گورباچوف کے نظریات پر سٹرائیکا (Perestroika) (یعنی روس کی سیاسی اور اقتصادی تشکیل نو) اور گلاسنوسٹ (Glasnost) (یعنی حکومتی معاملات میں اظہار کی آزادی اور کھلا پن) اور کٹر کمیونسٹوں کے مابین جاری کشمکش کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ دیکھنے کے لئے ابھی کچھ اور انتظار کرنا پڑے گا۔

جہاں تک مجھے علم ہے روس کے غیر طبقاتی معاشرہ میں اکثر مراعات کمیونسٹ پارٹی کے عہدہ داروں، نوکر شاہی اور مسلح افواج نے آپس میں بانٹی ہوئی ہیں۔ اہم ترین سوال یہ ہے کہ اب جس انقلاب کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں اور جو نازک مرحلہ درپیش ہے اس میں یہ سب لوگ کیا کردار ادا کریں گے۔ روس میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے عالمی امن پر امکانی اثرات کا اندازہ کرنے کے لئے پہلے ایسے تمام سوالات کا جواب دینا ضروری ہے۔ دو بڑی طاقتوں کے مابین کشیدگی کی کمی سے امن کی امیدیں وابستہ نہیں کی جا سکتیں اس سے تو بالخصوص تیسری دنیا کے ممالک کئی قسم کے مہیب خطرات کی زد میں آ گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان طاقتوں کے مابین پائی جانے والی بداعتمادی کے باعث کمزور اقوام کو ایک قسم کا تحفظ ملا ہوا تھا۔ ان حالات میں کمزور قومیں کم از کم اپنی وفاداریاں تو تبدیل کر سکتی تھیں ان کے بس میں اتنا تو تھا کہ وہ چاہیں تو مشرق کا رخ کر لیں اور چاہیں تو مغرب کی راہ اختیار کر لیں۔ ان حالات میں وہ کچھ نہ کچھ ہوشیاری اور چالاکی سے بھی کام لے سکتے تھے اور کچھ سودے بازی بھی کر سکتے تھے لیکن بڑی طاقتوں کے مابین محاذ آرائی کے خاتمہ سے اب صورت حال یکسر بدل گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کمزور اقوام کے پاس آزاد قوموں کی حیثیت سے باعزت طور پر زندہ رہنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ لامحالہ اس مرحلہ پر ذہن اقوام متحدہ کی جانب منتقل ہو جاتا ہے۔ اب لے دے کے بظاہر اقوام متحدہ ہی امن عالم کی واحد محافظ ہے اور دنیا میں کسی نظام نو (New World Order) کے قیام کے لئے امید کی واحد کرن ہے۔ کاش یہ امید بر آئے۔ لیکن حقائق کو قریب سے اور ناقدانہ نظر کے ساتھ دیکھا جائے تو ایک تاریک، مایوس کن اور مہیب تصویر ابھرتی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اب دنیا میں طاقت کا جو نیا توازن پیدا ہوا ہے اس میں اقوام متحدہ کے نظام کو چلانے والی عظیم عالمی طاقت عملاً ایک ہی ہو گی؟ ان حالات میں چھوٹی اور کمزور اقوام کا مقدّر اس جانور کا سا ہی ہو سکتا ہے جسے چاروں طرف سے شکاریوں نے گھیر لیا ہو اور اس کے لئے کوئی راہ فرار باقی نہ رہ گئی ہو۔

موجودہ صورت حال میں اقوام متحدہ کے متعلق یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ وہ طاقتور تنظیم ہے جو انصاف کے لئے نہیں بلکہ اس قوم کے سیاسی مقاصد کی خاطر کام کرتی ہے جس کا حلقہ اثر سب سے وسیع ہو۔ مجھے یاد نہیں کہ اقوام متحدہ کے حالیہ فیصلوں میں حق اور باطل کے تصور نے کبھی کوئی بامعنی کردار ادا کیا ہو اور نہ ہی اس کے موجودہ نظام کو دیکھتے ہوئے مستقبل کے متعلق کوئی امید کی جا سکتی ہے۔ عصرِ حاضر میں سیاست اور ڈپلومیسی یوں لازم و ملزوم ہو چکی ہیں کہ عدل و انصاف کے قیام اور اس کی بقاء کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہا۔ اس تلخ حقیقت کا کوئی انسان جس کے دل میں سچ کا احترام باقی ہے انکار نہیں کر سکتا کہ سیاست جیسا عظیم اور قابل احترام ادارہ اب محض پیچ در پیچ ڈپلومیسی، جتھہ بندی، خفیہ تعلقات اور حصول اقتدار کے لئے کی جانے والی ریشہ دوانیوں کا نام رہ گیا ہے اور ستم یہ ہے کہ یہ سب کچھ عالمی امن کے نام پر ہو رہا ہے۔

قرآن کریم کے نزدیک دنیا کو آج ایک ایسے ادارہ کی ضرورت ہے جس کا کام صرف عدل اور انصاف کو قائم کرنا ہو کیونکہ عدل و انصاف کے قیام کے بغیر امن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بزعم خود امن اور آزادی ضمیر کے نام پر جنگ تو برپا کی جا سکتی ہے مگر اس کا نتیجہ سوائے ہلاکت اور بربادی کے کچھ اور نہیں نکل سکتا۔ افسوس تو یہ ہے کہ آج دنیا بھر کے عظیم سیاست دانوں میں سے محض گنتی کے چند نام ہوں گے جو ہلاکت اور امن کے فرق کو سمجھتے ہیں۔ ہلاکت نتیجہ ہے طاقتور کے ہاتھوں ناانصافی، جبر و استبداد اور ظلم و ستم کا جبکہ امن و آشتی عدل و انصاف کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں کئی بار امن کا ذکر آیا ہے اور ہر بار یہ ذکر عدل و انصاف کے ضمن میں کیا گیا ہے۔ بالعموم امن کو عدل و انصاف کے قیام کے ساتھ مشروط قرار دیا گیا ہے۔ دو مسلمان افراد یا اقوام کے مابین اختلاف اگر جنگ اور محاذ آرائی کی شکل اختیار کرے تو قرآن کریم نے اس کا مندرجہ ذیل حل تجویز فرمایا ہے۔

﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ۔ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾

(سورۃ الحجرات آیات 10-11)

ترجمہ:۔ اور اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرواؤ۔ پس اگر ان میں سے ایک دوسری کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ مومن تو بھائی بھائی ہی ہوتے ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروایا کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

ان آیات کریمہ میں مومنوں کا ذکر ہے۔ غیر مسلموں کا ذکر نہ کرنے کی واضح وجہ یہ ہے کہ ان سے توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ قرآن کریم کی اطاعت کا جوا اٹھائیں گے۔ بایں ہمہ یہ بھی درست ہے کہ ان آیات میں بیان فرمودہ تعلیم ساری دنیا کے لئے ایک بہترین ماڈل کے طور پر کام دے سکتی ہے۔

آج دنیا یہ امید لگائے بیٹھی ہے کہ عالمی تنازعات کے حل کے لئے اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل پہلے سے کہیں زیادہ فعال، مؤثر، وسیع اور بامعنی کردار ادا کرے گی اور کرہ ارض امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے گا یہ سب امیدیں اپنی جگہ، لیکن ماضی میں اقوام متحدہ کی کارکردگی کو دیکھا جائے تو یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔

آج دنیا ایک عجیب منظر پیش کر رہی ہے۔ اپنے مدّمقابل پر برتری حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے جائز و ناجائز ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے ہیں، سازشیں کی جاتی ہیں، جتھے بنائے جاتے ہیں، پریشر گروپس بنانے کے لئے ڈپلومیسی کی انتہا کر دی جاتی ہے، سیاست کی یہ وہ دنیا ہے جہاں دیانت اور شرم وحیا بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں اور جہاں ضمیر کا داخلہ ممنوع ہے۔ ایسا ادارہ (اپنے اختلاف اور تضادات کے باوجود) قوموں کا ایک جمِّ غفیر تو کہلا سکتا ہے مگر اسے اقوام متحدہ کہنا ایک سنگین مذاق سے کم نہیں۔ اگر اسے اتحاد کہتے ہیں تو میں ایسی اقوام میں رہنے کا خطرہ مول لے لوں گا جو بے شک باہمی تفرقہ کا شکار رہیں لیکن کم از کم صدق اور عدل و انصاف کے معاملہ میں تو متحد ہیں۔

اپنے دشمنوں اور مخالفوں کو کچلنے کے لئے طاقت حاصل کرنا اور باتیں امن کی کرنا۔ قول و فعل میں یہ تضاد ہی وہ اہم ترین مسئلہ ہے جسے ہر قوم اور ہر ملک کو حل کرنا ہوگا۔ یہ حیرت اور دکھ کی بات ہے کہ اقوام متحدہ جیسے شاندار ادارہ کے رکن ممالک نہ جانے کب تک ان خطرات سے آنکھیں بند کئے بیٹھے رہیں گے جو اس طریق میں مضمر ہیں جس کے مطابق آج کل اقوام عالم کے معاملات کو چلایا جا رہا ہے۔ آج امن عالم کا مستقبل غیر یقینی ہو چکا ہے اور اس موہوم سی امید سے وابستہ ہے کہ شاید ایک دن دنیا میں عدل و انصاف کا دَور دَورہ ہو جائے۔

❀❀❀❀❀

بقیہ: دورہ بھارت از صفحہ نمبر 16

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آ کر تلوار کا جہاد ختم کر دیا تو یہ مالی قربانیوں کا جہاد ہی ہے جس کو کرنے سے تم اپنے نفس کا بھی اور اپنی جانوں کا بھی جہاد کر رہے ہوتے ہو۔ یہ زمانہ جو مادیت سے پُر زمانہ ہے ہر قدم پر روپے پیسے کا لالچ کھڑا ہے۔ ہر کوئی اس فکر میں ہے کس طرح روپیہ پیسہ کمائے۔ یہ تجارتیں، یہ خرید و فروخت تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے بہترین تجارت یہ ہے کہ اس کی راہ میں مالی قربانی کرو۔ اور اس زمانے میں کیونکہ نئی نئی ایجادیں بھی ہو گئی ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا ہے اور دنیا ایک ہو جانے کی وجہ سے ترجیحات بھی بدل گئی ہیں تو جہاں جہاں بھی یہ مالی قربانی ہو رہی ہے یہ ایک جہاد ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی مالی قربانیوں کی بعض مثالیں پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نظارے ہمیں نظر آتے ہیں۔ اس زمانہ میں مادیت پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ آج زمانہ دور ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو وعدے کئے تھے اس کے نظارے ہمیں دکھاتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ کئی احمدی نوجوان ایسے ہیں جو اپنی خواہشات کو مارتے ہوئے اپنی جمع پونجی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ ہر احمدی کو مالی قربانی کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے۔ نومبائعین کو بھی اس میں شامل ہونا چاہئے۔ کیونکہ نفس کی اصلاح کا ایک ذریعہ مالی قربانی ہے۔ نومبائعین کو شروع سے ہی مالی قربانی کی عادت ڈالنی چاہئے۔ پس اگر یہ عادت پڑ گئی خواہ چندہ وقف جدید میں یہ تھوڑی قربانی دے کر شامل ہوں پھر اس طرح یہ عادت بڑھتی جائے گی اور مالی قربانیوں کی توفیق بھی بڑھتی جائے گی۔

حضور نے فرمایا کہ یہ جو مَیں بار بار زور دیتا ہوں کہ نومبائعین کو بھی مالی نظام کا حصہ بنائیں یہ اگلی نسلوں کو سنبھالنے کے لئے بڑا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پرانے احمدیوں کی بہت بڑی تعداد اللہ تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانیوں کی اہمیت کو سمجھتی ہے لیکن اگر نئے آنے والوں کو اس کی عادت نہ ڈالی اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے لیت و لعل سے کام لیتے رہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت انذار فرمایا ہے۔ پس اس انعام کی قدر کریں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی جو توفیق دی ہے اس کا شکر بجالائیں اور آپؑ کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ یہ مالی قربانیاں کوئی معمولی چیز نہیں ہیں ان کی بڑی اہمیت ہے۔ ایمان مضبوط کرنے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہونے کے لئے انتہائی ضروری چیز ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی مالی تحریک ہوتی تو صحابہ مزدوریاں کر کے اس میں چندہ ادا کیا کرتے تھے۔ تا کہ اللہ اور اس کے رسول کا قرب پانے والے بنیں۔ حضور انور نے احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے مالی قربانی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی مدد دیکھنے کے لئے ہر ایک کو اپنی قربانیوں کے معیار دیکھنے چاہئیں۔

حضور انور نے فرمایا: آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ پیغام گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، اس ملک میں بھی اور پاکستان میں بھی اس کے پھیلانے کا کام وقف جدید کے سپرد ہے۔ پس ہر احمدی کو اپنے نفس کو پاک کرنے کے لئے مالی قربانی کا فعّال حصہ بننا چاہئے۔ چاہے نئے آنے والے ہیں یا پرانے احمدی ہیں۔ اگر مالی قربانیوں کی روح پیدا نہیں ہوتی تو ایمان کی جو مضبوطی ہے وہ پیدا نہیں ہوتی۔ کوئی یہ نہ دیکھے کہ معمولی توفیق ہے، غریب آدمی ہوں اس رقم سے کیا فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے جذبے اور خلوص سے دیئے ہوئے ایک پیسے کی بھی بڑی قدر ہوتی ہے۔

حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک کے بعض غریب صحابہ کی مالی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں یہ مثالیں غریب اور نئے آنے والوں کو توجہ دلانے والی ہیں وہاں اچھے کھاتے پیتے احمدیوں کے لئے بھی سوچ کا مقام ہے کہ وہ دیکھیں کہ کیا وہ جو قربانی کر رہے ہیں کبھی ان کو احساس ہوا ہے کہ یہ واقعی مالی قربانی ہے۔ غریب آدمی تو اپنا پیٹ کاٹ کر چندہ دیتا ہے۔ لیکن امراء بھی اس نسبت سے چندہ دیتے ہیں کہ نہیں۔ اگر انہیں احساس نہیں ہوا کہ یہ قربانی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ان میں ابھی بہت گنجائش ہے۔

حضور انور نے فرمایا: جہاں لوگ مالی قربانیاں دیں وہاں جو معلمین اور مبلغین ہیں وہ اپنی پوری پوری استعدادوں کو استعمال کریں۔ حضور نے فرمایا کہ اب زمانہ ہے کہ ہر گاؤں میں، ہر قصبہ میں اور ہر شہر میں اور وہاں کی ہر مسجد میں ہمارا مربی اور معلم ہونا چاہئے۔ اس کے لئے بہر حال جماعت کو مالی قربانیاں کرنی پڑیں گی تبھی ہم مہیا کر سکتے ہیں۔ پھر جماعت کے افراد کو اپنی اور اپنے بچوں کی قربانیاں کرنی پڑیں گی کہ ان کو اس کام کے لئے پیش کریں، وقف کریں۔ اور یہ سب ایسے ہونے چاہئیں کہ وہ تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر بھی قائم ہونے چاہئیں۔

حضور انور نے آخر پر چندہ وقف جدید کی اس سال کی وصولی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ وقف جدید کی کل وصولی 21 لاکھ 42 ہزار پاؤنڈ ہوئی ہے جو اللہ کے فضل سے گزشتہ سال کی نسبت دو لاکھ پاؤنڈ زائد ہے۔ الحمدللہ۔ اور شامل ہونے والوں کی تعداد 4,66000 ہے۔ 51 ہزار نئے مخلصین اس تحریک میں شامل ہوئے ہیں۔

حضور انور نے چندہ کی ادائیگی کے لحاظ سے مختلف ممالک کی پوزیشن بیان کرنے کے بعد فرمایا:

یکم جنوری 2006ء سے وقف جدید کا نیا سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے شروع ہو چکا ہے۔ آج اس کا اعلان بھی میں کر رہا ہوں۔ یہ وقف جدید کا اُنچاسواں سال ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سال میں پہلے سے بڑھ کر ثمرات عطا فرمائے۔ جماعت کے مالی قربانیوں کے معیار بھی بلند ہوں اور واقفین زندگی، مربیان، معلمین کے تقویٰ اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے معیار بھی بلند ہوں اور جماعت کے ہر فرد کو اپنی اہمیت اور ذمہ داری کا احساس بھی ہو اور ہم میں سے ہر ایک، ایک تڑپ کے ساتھ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا پیار سمیٹنے والا ہو اور اس کوشش میں رہے اللہ سب کو اس کی توفیق دے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ خطبہ جمعہ اڑھائی بجے تک جاری رہا۔ خطبہ جمعہ کے بعد حضور انور نے نماز جمعہ کے ساتھ نماز عصر جمع کر کے پڑھائی۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

بہشتی مقبرہ کا وزٹ

چار بج کر دس منٹ پر حضور انور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک پر دعا کے لئے بہشتی مقبرہ تشریف لے گئے۔ بہشتی مقبرہ سے واپس آتے ہوئے حضور انور کچھ دیر کے لئے ایوان خدمت اور ایوان انصار میں تشریف لے گئے۔

فیملی ملاقاتیں

پانچ بجے حضور انور اپنے دفتر تشریف لائے جہاں انفرادی و فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ آج ملاقات کرنے والوں میں نیپال، دوبئی، پاکستان اور ہندوستان کی مختلف جماعتوں سے آنے والی فیملیز شامل تھیں۔ نیپال، دوبئی اور ربوہ پاکستان کے علاوہ ہندوستان کی 24 جماعتوں حیدرآباد، عثمان آباد، کیرنگ، قادیان، آسنور، امروہہ، گوالیار، Karyl، Pankal، علی گڑھ، Kashanganj، Mandajan، سہارنپور، Soopean، Baraala، Jammu، Bhadarwah، گیا، آگرہ، کانپور، پونچھ، دہلی اور لدھیانہ کی 70 فیملیز کے 480 افراد نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا اور تصاویر بنوائیں۔

ملاقاتوں کا یہ پروگرام رات پونے آٹھ بجے تک جاری رہا۔ ملاقاتوں کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے مسجد اقصیٰ تشریف لا کر مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

7/جنوری 2006ء بروز ہفتہ :

صبح چھ بج کر پچیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ''مسجد اقصیٰ'' تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز فجر کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔ صبح حضور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی اور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔

مجلس انصاراللہ بھارت کے ساتھ میٹنگ

سوا دس بجے حضور انور ''ایوان انصار'' تشریف لے گئے جہاں مجلس انصاراللہ بھارت کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ میٹنگ شروع ہوئی۔ حضور انور نے دعا کروائی۔

حضور انور نے قائدین سے ان کے شعبوں کا تعارف حاصل کیا اور ان کے کام اور آئندہ کے لائحہ عمل اور منصوبہ بندی کا جائزہ لیا اور ہر قائد کو ساتھ ساتھ ہدایات سے نوازا اور رہنمائی فرمائی۔

حضور انور نے قائد عمومی سے مجالس انصاراللہ کی تعداد کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ نیز دریافت فرمایا کہ کتنی مجالس باقاعدہ رپورٹس بھجواتی ہیں اور کتنی رپورٹس بھجوانے میں بے قاعدہ ہیں۔ اور جو رپورٹس نہیں بھجواتیں ان کے بارہ میں کیا طریق اختیار کیا گیا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ مرکز کا کام ہے کہ ہر مجلس سے براہ راست رابطہ رکھے اور براہ راست یاددہانی کروائیں، خط لکھیں یا فون وغیرہ کریں۔

حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ جو عہدیدار اتنے سست ہیں کہ جواب ہی نہیں دیتے ان کی رپورٹ ہونی چاہئے ان کو ہٹا دیا جائے۔

حضور انور نے فرمایا جو بے قاعدگی سے رپورٹ بھجواتے ہیں ان کو بھی Active کیا جائے۔ اور بار بار یاددہانی کروائی جائے۔ حضور نے فرمایا: ہر مجلس کی ماہانہ رپورٹ میں تمام شعبوں کی ماہانہ رپورٹ کا ذکر ہونا چاہئے۔

نائب صدر صف دوم نے اپنی رپورٹ دیتے ہوئے کہا کہ نومبائعین کی دوصد مجالس قائم کی ہیں۔ زیادہ تر صف دوم کے انصار ہیں۔

حضور انور نے ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کو نمازوں کے قیام اور قرآن کریم پڑھنے کی طرف توجہ دلائیں اور وصیت کے نظام کو متعارف کروائیں۔

حضور انور نے فرمایا: صف دوم کے انصار کے اس احساس کو ختم کرنے کے لئے کہ اب وہ بوڑھے ہو گئے ہیں ان کے اپنے پروگرام ہونے چاہئیں۔ مثلاً سائیکلنگ ہو، صبح کی سیر ہو، کھیلوں وغیرہ کے پروگرام ہوں۔

حضور نے فرمایا: بعض لوگوں کو ایک دو میل جانا ہوتا ہے لیکن بس کے انتظار میں کھڑے رہتے ہیں۔ ایک دو میل پیدل چل کر نہیں جاتے۔ حضور انور نے فرمایا کہ نیروبی (کینیا) میں دیکھا ہے کہ وہاں لوگ پانچ چھ میل پیدل چل کر اپنے کام پر جاتے ہیں۔ یہاں بھی یہ عادت ڈالنی چاہئے اور کرایہ کی رقم اور جگہ خرچ کریں۔

''معاون صدر'' نے اپنے کام کے بارہ میں بتایا کہ صدر مجلس جو کام سپرد کرتے ہیں وہ کیا جاتا ہے۔ نومبائعین کی رپورٹس کا جائزہ لیا جاتا ہے اور ان سے خط و کتابت ہوتی ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: تین سال سے زائد کو نومبائع کہنا چھوڑ دیں۔ پھر انہیں یہ احساس ہوگا کہ ہماری کوئی علیحدہ حیثیت نہیں ہے۔ تین سال کا عرصہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان کی تربیت ہو جائے اور نظام کا پتہ چل جائے۔

حضور انور نے فرمایا: جو تین سال سے قبل کے ہیں اب ان کو باقاعدہ نظام کا حصہ بن جانا چاہئے۔ یہ ہرگز مقصد نہیں تھا کہ وہ بالکل علیحدہ چیز بنا دئے جائیں۔ ان کا تشخص علیحدہ قائم کیا جائے۔ حضور نے فرمایا: اب آپ کی ساری جماعتیں پرانی ہیں۔ نومبائع صرف وہ ہے جو گزشتہ تین سال میں شامل ہوا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: اب یہ جائزہ لیں کہ کتنے ہیں جو نظام میں سموئے گئے ہیں۔ اگر نہیں سموئے گئے تو ان کی ٹریننگ اور تربیت کا علیحدہ پروگرام بنائیں۔ نئی مجالس کے زعماء، ان کے منتظمین ان کی ٹریننگ کریں۔ ریفریشر کورسز کا انعقاد ہو۔ تربیتی پروگرام ہوں۔ اتنا عرصہ ہو گیا ہے یہ لوگ فعال ممبر نہیں بن رہے۔ اب ان سب کو فعال ہونا چاہئے۔

حضور نے فرمایا: کچھ کو یہاں مرکز میں بلائیں۔ ان کا دس پندرہ روز کا ریفریشر کورس ہو۔ پھر قائدین کو ان کے علاقوں میں بھی بھجوائیں۔ وہاں جا کر ٹریننگ دیں۔ اسی طرح ہر صوبے کے سنٹر میں، مرکز میں ریفریشر کورس ہوں۔ دس پندرہ دن کے لئے لوگ اکٹھے ہوں، ان کی تربیتی کورسز میں اس علاقہ کے مربی صاحب سے مدد لی جا سکتی ہے۔

''قائد ایثار'' نے رپورٹ دیتے ہوئے بتایا کہ میڈیکل کیمپ لگائے گئے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا: نئی جماعتوں میں بھی میڈیکل کیمپ لگائیں تا کہ ان کا ایک اچھا اثر قائم ہو۔ ڈاکٹرز جائیں گے ان کو احساس ہوگا کہ ہمارے پیچھے کوئی ہے۔ ہم کو پوچھا جا رہا ہے۔ چھوڑ نہیں دیا گیا۔

حضور نے فرمایا: ایسے علاقوں میں میڈیکل کیمپس لگائیں جو Remote علاقے ہیں، جہاں طبّی سہولتیں نہیں ہیں۔

حضور انور نے قائد ایثار کو یہ بھی ہدایت فرمائی کہ ہسپتالوں میں بھی جائیں۔ وہاں بہت سے غریب مریض ہوتے ہیں۔ ان کا حال پوچھیں، ان کی مدد کریں۔ آپ لوگوں کا ایک تشخص قائم ہوگا کہ یہ لوگ ہیں جو خدمت انسانیت کرنے والے ہیں۔

''قائد وقف جدید'' کو حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ نئے آنے والوں کو بھی اور نئی مجالس کو بھی چندہ وقف جدید کے نظام میں شامل کریں۔

''قائد تعلیم'' سے حضور انور نے دریافت فرمایا کہ انصار سے کتنے امتحان لیتے ہیں۔ کیا طریق کار ہے۔ حضور نے ہدایت فرمائی کہ باقاعدہ پرچے تیار کریں۔ مجالس میں بھجوائیں اور سب انصار امتحان میں شریک ہوں۔ فرمایا امتحانات کو آرگنائز کریں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی چھوٹی کتب نصاب میں رکھی جا سکتی ہیں، مطالعہ کے لئے رکھیں اور پھر امتحان ہو۔

''قائد تجنید'' کو حضور انور نے تجنید مکمل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ فرمایا کہ آپ کی تجنید مکمل ہونی چاہئے۔

''قائد تربیت نومبائعین'' کو ہدایت دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ گزشتہ کئی سالوں سے آپ کے جو نومبائعین چلے آ رہے ہیں اس کے لئے آپ کو ایک سال کا عرصہ دیتا ہوں۔ اس کے بعد یہ نومبائعین نہیں رہیں گے اور باقاعدہ

نظام جماعت کا حصہ بن جائیں گے۔

حضور انور نے فرمایا: انصار کا کام ہے کہ گھروں میں تربیت کریں۔ بچوں کو توجہ دلائیں۔ نمازوں کی طرف توجہ دلائیں، قرآن کریم کی تلاوت کی طرف توجہ دلائیں۔

حضور نے دریافت فرمایا کہ نئی مجالس میں کتنے ایسے انصار ہیں جو آپ کی کوششوں کے بعد فعال ہوئے ہیں اور آپ کی کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا ہے۔ فرمایا: ایک سال میں ان کا علیحدہ اجتماع کریں اور انہیں بتائیں کہ اب آپ کو اتنے سال ہوگئے ہیں اب آپ باقاعدہ جماعت کا حصہ بن جائیں۔

حضور نے ہدایت فرمائی کہ نئے آنے والوں کو سنبھالیں اور ایک سال کے اندر اندر ان کو نظام کا حصہ بنائیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ جو نئے احمدی ہیں ان کے اندر اگر تبدیلیاں پیدا ہوئیں تو نظر آنی چاہئیں۔ اور ان تبدیلیوں کو دیکھ کر ان کے عزیز و اقارب واپس آئیں۔ ان کو قریب لائیں۔ فرمایا: جو نئے رابطے قائم ہوئے ہیں ان کا کیا ریسپانس ہے۔ حضور انور نے فرمایا: ان لوگوں سے رابطہ رکھیں اور ان کو احساس ہو کہ ہم سے رابطہ رکھا جا رہا ہے۔ ہم سے تعلق ہے۔ ہم کو پوچھا جا رہا ہے۔

''قائد تبلیغ'' کو حضور انور نے اپنے تبلیغی پروگراموں کو فعال بنانے کی ہدایت فرمائی۔ اور فرمایا کہ انصار کو عادت ڈالیں کہ وہ اپنے ذاتی رابطے قائم کریں اور تبلیغ کریں۔ اور جو ٹارگٹ آپ نے مجالس کو دیا ہے اس کا Follow Up کریں۔

''قائد تحریک جدید'' سے حضور انور نے دریافت فرمایا کہ کتنے انصار تحریک جدید کے چندہ کے نظام میں شامل ہیں۔

''قائد تعلیم القرآن'' سے حضور انور نے دریافت فرمایا کہ کتنے فیصد انصار ہیں جو قرآن کریم پڑھ سکتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس بارہ میں کیا پروگرام بنایا ہے۔ فرمایا: پروگرام بنا کر مجالس کو بھجوائیں اور اس پر عمل کروائیں اور مجالس سے پوچھیں کہ انصار نے کتنی تعداد میں پڑھنا شروع کر دیا ہے۔

''قائد تربیت'' نے بتایا کہ نئے آنے والوں میں سے جو تعداد اب تک تربیتی پروگراموں میں شامل نہیں ہے ان میں سے دس فیصد کو ٹارگٹ بنایا جاتا ہے۔ حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ پہلے تجنید کا جائزہ لیں اور سابقہ تجنید پر بنیاد نہ رکھیں بلکہ مجالس کا خود جائزہ لیں۔ اور پھر معین رپورٹ بنا کر بھجوائیں۔

''زعیم اعلیٰ قادیان'' سے حضور انور نے قادیان کے انصار کی تجنید اور ان کے پروگراموں کے بارہ میں دریافت فرمایا۔

''آڈیٹر'' سے حضور انور نے دریافت فرمایا: کیا آپ باقاعدہ آڈٹ کرتے ہیں۔ رسیدیں، بل وغیرہ چیک کرتے ہیں، دستخط دیکھتے ہیں کہ صدر کی منظوری سے خرچ ہوتا ہے، اخراجات بجٹ کے اندر ہوتے ہیں۔ ایک مَد سے دوسری مَد میں تبدیلی قواعد کے مطابق ہے۔

''قائد اشاعت'' سے حضور نے دریافت فرمایا کہ کیا اشاعت کمیٹی بنائی ہے۔ سہ ماہی رسالہ کی سرکولیشن کے بارہ میں بھی حضور انور نے دریافت فرمایا۔

''قائد ذہانت وصحت جسمانی'' سے حضور انور نے دریافت فرمایا کہ آپ انصار کی صحت کا کیا خیال رکھتے ہیں۔ کتنے انصار سیر کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ گھر سے مسجد وغیرہ آتے ہیں تو اس کو سیر نہیں کہتے۔ چار پانچ میل کی سیر، سیر ہوتی ہے۔ فرمایا: جماعتوں کو جو سرکلر کرتے ہیں تو پھر رپورٹ بھی منگوایا کریں۔ حضور انور نے فرمایا اپنی نیشنل عاملہ کی سیر کا بھی جائزہ لیا کریں۔

''قائد مال'' سے حضور انور نے انصار کے چندہ مجلس، ان کے بجٹ اور چندہ کے معیار کا جائزہ لیا۔ حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ آپ کی جو نئی مجالس قائم ہوئی ہیں ان کو چندہ کے نظام میں شامل کریں اور باقاعدہ اپنے نظام کا حصہ بنائیں۔ خواہ ٹوکن کے طور پر چندہ لیں۔ ایک روپیہ یا آٹھ آنے دیں لیکن ہر ایک دے۔

حضور انور نے فرمایا: بنگال کی طرف توجہ کم ہے۔ اس طرف توجہ دیں۔

آخر پر حضور انور نے فرمایا کہ صدر انصاراللہ کو دور کے صوبوں پر زیادہ نظر رکھنی چاہئے اور دورہ پر جانا چاہئے۔ حضور انور نے فرمایا: صوبوں کے ریجن کی سطح پر بھی اجتماع منعقد کریں جو صوبے دور ہیں جہاں انصار کی تعداد یک صد پچاس سے زائد ہو وہاں اجتماع کیا کریں۔ ان لوگوں کو آرگنائز کریں اور ان کو ہی آرگنائزر بنائیں۔

تربیت کے لحاظ سے نمازوں کی پابندی ہو۔ قرآن کریم کی تلاوت کی طرف توجہ پیدا ہو۔ مالی قربانی کی اہمیت انہیں بتائیں۔ اخراجات محتاط طریقے سے کرنے ہیں۔ ان میں یہ احساس پیدا کرنا ہے کہ ایک ایک پیسے کی حفاظت کرنی ہے اور ممکنہ حد تک بچت کرنی ہے۔ یہ احساس ان میں پیدا ہونا چاہئے۔

میٹنگ کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس انصاراللہ کے ممبران کو رومال اور قلم عطا فرمائے۔

یہ میٹنگ گیارہ بج کر 25 منٹ تک جاری رہی۔

ایوان انصار کا معائنہ

اس میٹنگ کے بعد حضور انور نے ''ایوان انصار'' کا معائنہ فرمایا۔ ''ایوان انصار'' مجلس انصاراللہ بھارت کا نیا دفتر ہے جو گزشتہ سالوں میں تعمیر ہوا ہے۔

اس معائنہ کے بعد مجلس عاملہ انصاراللہ بھارت کے ممبران نے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔

مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کی میٹنگ

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ''ایوان خدمت'' تشریف لے گئے جہاں گیارہ بج کر چالیس منٹ پر مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ بھارت کی حضور انور کے ساتھ میٹنگ شروع ہوئی۔ حضور انور نے دعا کروائی۔ پھر حضور انور نے باری باری مختلف شعبہ جات کے کام کا جائزہ لیا اور ساتھ ساتھ ہدایات سے نوازا۔

''معتمد مجلس خدام الاحمدیہ'' سے حضور انور نے مجالس کی تعداد کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ اور فرمایا کہ کتنی مجالس ہیں جو باقاعدہ رپورٹس بھجواتی ہیں اور کتنی بے قاعدہ بھجوانے والی ہیں۔ حضور انور نے فرمایا: آپ کی جو نئی مجالس ہیں ان کو اب نظام کا فعّال حصہ بن جانا چاہئے۔ یہ اب پرانی ہو چکی ہیں اور پرانی مجالس میں ان کو شمار ہونا چاہئے۔ حضور انور نے فرمایا: اپنے نظام کو فعال کریں اور اپنی تجنید درست کریں۔

حضور انور نے ذیلی تنظیموں کے قیام کے مقصد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے جب ذیلی تنظیموں کا قیام فرمایا تھا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ جہاں جماعتی نظام کمزور ہو وہاں ذیلی تنظیموں کا کام آگے بڑھتا رہتا ہے اور حرکت جاری رہتی ہے۔ جہاں ذیلی تنظیمیں کمزور ہوں وہاں جماعتی نظام میں حرکت رہتی ہے۔ جہاں یہ دونوں Active ہوں وہاں ترقی کی رفتار کئی گنا آگے بڑھ جاتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے صدر مجلس کو ہدایت فرمائی کہ مشعل راہ کی پانچوں جلدیں ایک ہی وقت میں شائع کریں اور ہر مجلس میں اس کی کاپی پہنچنی چاہئے۔ باقی خدام کو کہیں وہ خریدیں اور ان کو پڑھیں۔

''نائب صدر'' نے رپورٹ دیتے ہوئے بتایا کہ دفتری امور ان کے سپرد ہیں۔ حضور نے فرمایا: دفتری امور رپورٹوں کا جائزہ اگر آپ نے لینا ہے تو پھر معتمد کیا کرے گا۔ معتمد کے پاس رپورٹس آتی ہیں اور وہ جائزہ لیتا ہے۔

حضور انور نے صدر مجلس کو فرمایا کہ بعض شعبے تو سپرد کر سکتے ہیں۔ لیکن ساری رپورٹس ان کے سپرد نہیں کر سکتے۔ جو شعبے زیادہ توجہ دینے والے ہیں وہ ان کے سپرد کریں۔

''مہتمم اطفال'' کو حضور انور نے ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو سب مجالس کی طرف سے رپورٹس آنی چاہئیں۔ اطفال کے تحت بہت زیادہ کام ہونے والا ہے۔ اپنے کام کو منظّم اور آرگنائز کریں۔ صرف میٹنگ میں بیٹھ کر باتیں کرنے سے کام نہیں ہو جاتا۔ کام ہونا چاہئے اور اس کے لئے محنت سے کوشش کریں۔ اور پوری توجہ دیں۔ حضور انور نے اطفال کے چندہ مجلس کا بھی جائزہ لیا اور چندہ کے معیار کا بھی جائزہ لیا اور ہدایات سے نوازا۔

حضور انور نے ''مہتمم تجنید'' کو ہدایت فرمائی کہ آپ کی مجالس کی تجنید درست معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا مزید جائزہ لیں، دورے کریں، مقامی قائدین سے رابطہ کریں، Follow Up کریں اور ہر لحاظ سے اپنی تجنید مکمل کریں۔

''مہتمم اشاعت'' نے بتایا کہ خدام الاحمدیہ بھارت اپنا رسالہ ''مشکوٰۃ'' نکالتی ہے۔ حضور انور نے فرمایا کمپیوٹر سے تصویریں نکال کر دیتے ہیں اور اکٹھا ایک جھمگٹا بنا دیتے ہیں یہ غلط طریق ہے۔ ہماری اپنی روایات ہیں اس کے مطابق ہی تصاویر شائع ہونی چاہئیں۔

حضور انور نے فرمایا: مشعل راہ کی تمام جلدیں شائع کریں۔ اسی طرح خدام کے دینی نصاب کی جو کتب ہیں وہ بھی شائع کریں۔ کامیابی کی راہیں ایک جلد میں شائع کریں۔

''مہتمم مال'' سے حضور انور نے خدام الاحمدیہ کے سالانہ بجٹ، چندہ دہندگان اور چندہ کے معیار کا جائزہ لیا اور فرمایا: اس سال کم از کم 12 ہزار خدام کا ٹارگٹ رکھیں۔ اتنے لوگوں کو شامل کریں۔ اگر ان کو مالی قربانی کا پتہ نہیں لگے گا تو ان کے ایمان کا پتہ نہیں لگے گا۔ حضور انور نے فرمایا: آپ افریقن سے غریب نہیں ہیں۔ وہ بھی بے چارے اپنا پیٹ کاٹ کر چندہ دیتے ہیں۔

عاملہ میں ایک عہدہ ''وقف جدید'' کا بھی تھا۔ حضور انور نے فرمایا یہ خدام الاحمدیہ کا عہدہ نہیں ہے۔ یہ اطفال کے سپرد ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اطفال کے سپرد کیا تھا۔ آپ اطفال پر ذمہ داری ڈالیں اور ننھے مجاہدین کی بھی لسٹ بنائیں اور مجھے بتائیں۔

مہتمم ''خدمت خلق'' نے رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ پانچ بڑی مجالس میں دانتوں کے علاج کے لئے فری میڈیکل کیمپ لگائے گئے ہیں۔ پورے بھارت میں ''ہفتہ خدمت خلق'' کے انعقاد کا پروگرام ہے۔ ہومیو پیتھک علاج کے کیمپ لگانے کا بھی پروگرام ہے۔

حضور انور نے ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ بڑے شہروں میں بلڈ ڈونر کی ایک ٹیم بنائیں۔ 100 صحت مند خدام لیں اور ہسپتال میں رجسٹر کروائیں۔ خدام الاحمدیہ کے نام سے رجسٹر ہوں۔ گورنمنٹ ہسپتالوں میں بلڈ بینک میں آپ کا نام موجود ہو۔ جب ضرورت پڑے آپ کو بلا لیں۔

حضور انور نے فرمایا: اسی طرح قادیان میں بھی ایک ٹیم بنائیں۔ ''نور ہسپتال'' والوں کو پتہ ہو کہ کون کون سے خدام ہیں اور کون سا خون کا گروپ ہے۔ اسی طرح امرتسر میں رجسٹر کروالیں۔ بنگال، کیرالہ، اڑیسہ، دہلی میں بھی کریں۔ یہ بہت بڑا کام ہے اور اس کو آرگنائز کریں۔

''مہتمم تعلیم'' کو ہدایت دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ کتاب ''کامیابی کی راہیں'' کا سال میں دو مرتبہ امتحان لیا کریں۔ یہ کتاب شائع کروائیں اور تمام جماعتوں کو بھجوائیں۔ حضور انور نے فرمایا: خدام الاحمدیہ کی عاملہ سے بھی امتحان لیں۔ عاملہ کے سب ممبران امتحان میں شامل ہوں۔

''مہتمم تبلیغ'' کو حضور انور نے تبلیغی پروگراموں کی طرف توجہ دلائی اور دریافت فرمایا کہ رابطوں کے لئے کیا طریق کار وضع کیا ہے۔

''مہتمم تربیت'' سے حضور انور نے نومبائعین کی تربیت کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا: پہلے جلد ان کی فہرستیں مکمل کریں پھر پروگرام بنائیں کہ کس طرح ان کو سنبھالنا ہے۔ حضور انور نے فرمایا: آپ کی ایسی ٹریننگ ہونی چاہئے کہ آپ کے بلانے پر ہر جگہ آجائیں۔

حضور انور نے فرمایا: گزشتہ دو تین سالوں کی فہرستیں مہیا کریں، پھر دیکھیں کتنوں سے رابطے ہیں اور کتنوں سے ختم ہو چکے ہیں۔ جو ختم ہوئے ہیں ان کو کس طرح واپس لانا ہے۔ کس طرح نظام کا حصّہ بنانا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ صرف تعداد بڑھانا مقصد نہیں ہے۔ وہ تبدیلی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیدا کرنا چاہتے تھے اگر پیدا نہیں ہوتی تو پھر بیعتیں کروانے کا کیا فائدہ؟

حضور نے فرمایا: گزشتہ تین سالوں کی بیعتوں میں سے کتنوں سے رابطے ہیں۔ اگر خدام کی عمر ہیں تو خدام کو ایسے نومبائعین کی فہرست مہیا ہونی چاہئے۔ اسی طرح انصار کی انصار کو اور لجنہ کی لجنہ کو۔ اطفال ہیں تو اطفال کو فہرست مہیا ہونی چاہئے۔

حضور نے فرمایا: یہ بھی ریکارڈ ہونا چاہئے کہ یہ فلاں جماعت کی بیعت ہے۔ اگر بیعت کروانے والا کسی دوسری مجلس کا ہے تو اس کے ساتھ کون شخص یا کونسی مجلس رابطہ رکھے گی۔

''مہتمم عمومی'' کو حضور انور نے ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ جمعوں پر مساجد میں، جہاں جہاں جماعت کی مساجد ہیں خدام کی ڈیوٹی ہونی چاہئے۔ جلسہ کے دنوں میں ٹرینیں وغیرہ آتی ہیں وہاں بھی ڈیوٹی ہونی چاہئے۔ قادیان میں تو ڈیوٹیاں ہوتی ہیں۔ بہشتی مقبرہ کی ڈیوٹیاں باقاعدہ ہوتی رہنی چاہئیں۔

حضور نے فرمایا کہ اپنے شعبہ کے کام کے بارہ میں دوسری مجالس سے بھی رپورٹ لیا کریں۔

''مہتمم تحریک جدید'' سے حضور انور نے چندہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد کا جائزہ لیا۔

''مہتمم وقار عمل'' کو ہدایت دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ مساجد کو اور ان کے ماحول کو صاف کر دیں تو بہت بڑی بات ہے۔ دہلی مسجد کے باہر کے ماحول کو صاف کریں۔ وہاں باقاعدہ ہر ہفتہ صفائی ہونی چاہئے۔ جہاں جہاں مساجد، مشن ہاؤسز ہیں ان کی صفائی کا خیال رکھیں۔ پبلک جگہوں پر خاص موقع پر وقار عمل ہوں۔ قادیان کی صفائی کا بھی خیال رکھیں۔ شجر کاری کریں، پھول پودے لگائیں۔ حضور انور نے فرمایا: سفیدہ نہ لگائیں، جڑیں خراب کرتی ہیں، پانی زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

''مہتمم صنعت وتجارت'' کو ہدایت دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ یہاں کمپیوٹر وغیرہ سے کام میں کافی Skill ہے۔ اور بعض دوسری چیزوں میں بھی خدام کو ہنر وغیرہ سکھائے

MOT
Cars: £38 Vans: £40
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

جاسکتے ہیں اور کام مہیا کئے جاسکتے ہیں۔فرمایا: بہت سارے کام ہوسکتے ہیں۔

’’مہتمم تربیت‘‘ کو ہدایت دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا: آپ نے اپنی آٹھ صد مجالس کی تربیت کرنی ہے۔اپنے پروگراموں کا جائزہ لیں۔اپنے تربیتی لائحہ عمل کا جائزہ لیں۔ حضور انور نے فرمایا: جائزہ لیں کہ کتنے خدام ہیں جو نماز پڑھتے ہیں۔فرمایا: آپ کی مجالس کی رپورٹ میں شعبہ تربیت کے تحت اس کا ذکر ہونا چاہئے اور رپورٹ آنی چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا: فجر اور عشاء کی نماز میں کتنے خدام آتے ہیں۔مجالس سے اس کی بھی رپورٹ منگوائیں۔پانچوں نمازیں کتنے پڑھتے ہیں، کتنے مسجد میں آکر پڑھتے ہیں۔ تلاوت قرآن کریم کتنے کرتے ہیں اور نظام وصیت میں کتنے شامل ہیں۔آپ کے پاس یہ سب رپورٹ ہونی چاہئے۔

’’مہتمم صحت جسمانی‘‘ سے حضور انور نے خدام کی کھیلوں کے پروگرام کے بارہ میں دریافت فرمایا۔

’’مہتمم مقامی‘‘ سے بھی حضور انور نے ان کے کام کے بارہ میں جائزہ لیا۔

’’مہتمم امور طلباء‘‘ کو حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ طلباء کی فہرستیں مکمل کریں۔کتنے خدام ہیں جو اس وقت تعلیم حاصل کررہے ہیں۔18 سال کی عمر کے خدام میں سے اس وقت کتنے طلباء ہیں۔جو نہیں پڑھ رہے ان کے تعلیم نہ حاصل کرنے کی وجوہات کیا ہیں۔کتنوں نے میٹرک کرلیا ہے۔اگر میٹرک نہیں کیا تو کیا کررہے ہیں۔کیا کام کرتے ہیں۔

حضور نے فرمایا: پھر یونیورسٹیوں کے طلباء کا بھی جائزہ لیں۔کتنے ہیں جو یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کررہے ہیں اور کس کی یونیورسٹی میں ہیں۔کس حد تک فعال ہیں اور جماعت سے رابطہ ہے۔

حضور انور نے فرمایا: بڑے شہروں میں جہاں جماعت کی تعداد زیادہ ہے وہاں احمدیہ سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن کے نام سے ایسوسی ایشن بنائیں۔یونیورسٹیز میں سیمینار ہوں۔ان سیمینارز کو آرگنائز کریں۔غیر احمدیوں کو بھی مدعو کیا جائے۔اس سے تعلق بڑھے گا۔رابطے بڑھیں گے۔جماعت سے تعلق پیدا ہوگا۔

’’محاسب‘‘ کو ہدایت دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ محاسبہ کمیٹی بنی ہوگی۔فرمایا: اخراجات کو چیک کیا کریں۔ رسید پر صدر خدام کے دستخط ہونے چاہئیں۔اخراجات بجٹ کے اندر ہیں یا نہیں۔اگر کسی مَد میں زائد خرچ ہو رہا ہے تو اس کی منظوری صدر نے مجلس عاملہ نے دی ہے یا نہیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ کے ساتھ یہ میٹنگ بارہ بج کر چالیس منٹ تک جاری رہی۔میٹنگ کے آخر پر حضور انور نے مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ بھارت کے ممبران کو رومال اور قلم عطا فرمائے۔

ایوان خدمت کا معائنہ

اس کے بعد حضور انور نے ایوان خدمت کا معائنہ فرمایا۔یہ خدام الاحمدیہ بھارت کا نیا مرکزی دفتر ہے جس کی تعمیر گزشتہ سالوں میں ہوئی ہے۔

ایوان خدمت کے ایک ہال میں حضور انور نے ’’کمپیوٹر سنٹر‘‘ کا بھی معائنہ فرمایا جو نظارت تعلیم کے تحت یہاں قائم ہے۔

اس معائنہ کے بعد مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ بھارت نے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کا شرف حاصل کیا۔اسی طرح خدام الاحمدیہ دفتر کے کارکنان نے بھی حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کا شرف حاصل کیا۔آخر پر حضور انور نے تمام ممبران کو شرف مصافحہ سے نوازا۔

ایک بجے حضور انور واپس دارالمسیح تشریف لائے۔سوا ایک بجے حضور انور نے مسجد اقصیٰ تشریف لاکر ظہر وعصر کی نمازیں جمع کرکے پڑھائیں۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

نصرت گرلز سکول کا معائنہ

ساڑھے تین بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے اور دارالمسیح کے احاطہ میں واقعہ ’’نصرت گرلز سکول‘‘ کا معائنہ فرمایا۔اور مختلف امور کا جائزہ لیا۔

سیر بطرف ننگل

اس سکول کے معائنہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سیر کے لئے بطرف ننگل تشریف لے گئے۔سیر کے دوران حضور انور کچھ دیر کے لئے مربی سلسلہ عزیز احمد صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔حضور انور نے ان کے گھر سے محلقہ احمدیہ مسجد کا معائنہ بھی فرمایا۔یہاں سے واپس آتے ہوئے حضور انور کچھ دیر کے لئے مکرم بشیر احمد طاہر صاحب مرحوم (سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ) کے گھر تشریف لے گئے۔یہاں سے واپسی پر حضور انور نے راستہ میں بہشتی مقبرہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔دعا کے بعد بہشتی مقبرہ سے واپس دارالمسیح آتے ہوئے راستہ میں مکرم قریشی فضل حق صاحب درویش کے گھر تشریف لے گئے۔اہل خانہ نے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت حاصل کی۔

انفرادی وفیملی ملاقاتیں

اس کے بعد حضور انور دارالمسیح میں اپنے دفتر میں تشریف لے آئے جہاں پانچ بجے سے فیملی وانفرادی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔آج نیپال اور تنزانیہ سے آنے والے احباب بھارت کی دس جماعتوں Rishinagar، Sora، کانپور، کلکتہ، شملہ، کالی کٹ، میرٹھ، Muskara، حیدرآباد اور Shimoga سے آنے والی 33 فیملیز کے 204 افراد نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات حاصل کیا اور تصاویر بنوائیں۔

ملاقاتوں کا یہ پروگرام شام چھ بجے تک جاری رہا۔

مختلف گھروں کا وزٹ

ملاقاتوں کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ازراہ شفقت درج ذیل پانچ احباب کے گھروں میں تشریف لے گئے۔

1۔مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی درویش۔2۔محمد انور غوری صاحب کارکن بہشتی مقبرہ 3۔بشیر احمد صاحب کارکن فضل عمر پریس 4۔ ظہیر احمد خادم صاحب ناظر دعوت الی اللہ 5۔محمود احمد مبشر صاحب درویش۔

نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ بھارت کی میٹنگ

اس کے بعد چھ بجے نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ بھارت کی حضور انور کے ساتھ میٹنگ شروع ہوئی۔حضور انور نے دعا کروائی۔حضور انور نے باری باری عاملہ کی تمام سیکرٹریان سے ان کے کام کا جائزہ لیا اور آئندہ کے پروگرام اور منصوبہ بندی کے بارہ میں ان کی رہنمائی فرمائی اور ہدایات سے نوازا۔

مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ بھارت کے ساتھ یہ میٹنگ شام ساڑھے سات بجے تک جاری رہی۔

اس میٹنگ کے بعد حضور انور نے مسجد اقصیٰ تشریف لاکر مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کرکے پڑھائیں۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

جماعت احمدیہ سیرالیون کے

46ویں جلسہ سالانہ کا نہایت کامیاب وبابرکت انعقاد

ملک کے صدر اور نائب صدر کے علاوہ متعدد وزراء ودیگر عمائدین کی شرکت۔

جلسہ میں شامل ہونے والوں کی مجموعی تعداد 12300 رہی۔

(رپورٹ: رضوان احمد فضل ۔مبلغ سلسلہ سیرالیون)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ سیرالیون کا 46واں جلسہ سالانہ مورخہ 12رفروری 2006ء کو نہایت کامیابی سے اختتام پذیر ہوا۔الحمدللہ۔

امسال اس جلسہ میں ملک کے صدر اور نائب صدر کے علاوہ آٹھ وزراء، چار ڈپٹی وزراء، 25 پیراماؤنٹ چیفز اور 30 پیراماؤنٹ چیفس کے نمائندے، اعلیٰ گورنمنٹ افسران، قبائلی سردار اور بعض مسلمان اور عیسائی لیڈر شامل ہوئے۔

جلسہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد 12300 رہی۔صدر مملکت اور نائب صدر مملکت نے منسٹرز اور دیگر مہمانوں کے ہمراہ نماز جمعہ اور پھر دوپہر کے کھانے میں بھی شرکت کی۔

نائب صدر مملکت نے پہلے دن کے دوسرے سیشن میں بھی شرکت کی اور تعلیم کے میدان میں اعزاز پانے والوں میں انعامات تقسیم کئے اور خطاب بھی کیا۔

جلسہ کے پہلے دن کی کارروائی ریڈیو پر براہ راست نشر ہوئی۔اسی طرح بعد ازاں ٹیلی ویژن اور ملک بھر کے ریڈیو سٹیشنز پر یہ کارروائی اور جماعت کا تعارف بار بار دکھایا جاتا رہا۔

جلسہ کے تینوں دن احباب جماعت نے تمام پروگرامز میں نہایت جوش وخروش سے حصہ لیا۔

اللہ تعالیٰ یہ جلسہ جہاں جماعت کے احباب کے لئے بابرکت فرمائے وہاں ملک کے لئے بھی بابرکت فرمائے اور مزید کامیابیوں کا پیش خیمہ ہو۔

❁❁❁❁❁❁

اردو ادیبوں کے دلچسپ لطائف

تحریر: شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی ۔ مرحوم

مولوی وحیدالدین سلیم:

ایک دن حسبِ معمول مولانا حالی کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور مولانا سے پوچھنے لگا ’’حضرت میں نے غصہ میں آکر اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تجھ پر تین طلاق، لیکن بعد میں مجھے اپنے کئے پر افسوس ہوا۔میری بیوی بھی راضی ہے لیکن مولوی کہتے ہیں کہ طلاق پڑگئی۔اب صلح کی کوئی شکل نہیں۔خدا کے لئے میری مشکل آسان فرمائیں اور کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ میری بیوی گھر میں دوبارہ آباد ہوسکے۔

ابھی مولانا حالی کوئی جواب نہیں دینے پائے تھے کہ مولوی سلیم اس شخص سے کہنے لگے کہ ’’بھئی یہ تو بتاؤ کہ تو نے طلاق ’’ت‘‘ سے دی تھی یا ’’ط‘‘ سے؟‘‘ اس شخص نے کہا ’’جی میں تو اَن پڑھ ہوں اور جاہل آدمی ہوں۔مجھے کیا پتہ کہ ’’ت‘‘ سے کیسی طلاق ہوتی ہے؟‘‘

سلیم نے اسے سمجھایا کہ میاں یہ بتاؤ کہ تم نے قراءت کے ساتھ کھینچ کر کہا تھا کہ ’’تجھ پر تین طلاق‘‘ جس میں ط کی پوری آواز نکلتی ہے یا معمولی طریقہ پر کہا تھا جس میں ط کی آواز نہیں نکلتی ت کی آواز نکلتی ہے۔

بے چارے غریب سوال کنندہ نے کہا: ’’جی مولوی صاحب! مَیں نے معمولی طریق پر کہا تھا، قرأت سے کھینچ کر نہیں کہا۔‘‘

یہ سننے کے بعد مولوی صاحب نے پورے اطمینان کے ساتھ اس سے کہا۔’’ہاں بس معلوم ہوگیا کہ تو نے ’’ت‘‘ سے تلاق دی تھی۔اور ’’ت‘‘ سے کبھی طلاق پڑ ہی نہیں سکتی۔ت سے تلاق دی کے معنی ہیں ’’آ محبت کے ساتھ مل کر بیٹھیں۔‘‘ تو بے فکر ہوکر اپنی بیوی کو گھر لے آ اور اگر کوئی مولوی اعتراض کرے تو صاف کہہ دیجو کہ ’’میں نے تو ’’ت‘‘ سے طلاق دی تھی ’’ط‘‘ سے ہرگز نہیں دی۔‘‘

(بشکریہ ماہنامہ مصباح اکتوبر 2004ء)

❁❁❁❁❁❁

تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام تبرکات کو تاریخی طور پر مستند قرار دینے کے لئے اعلان ھذا کے ذریعہ ایسے احباب جماعت جن کی تحویل میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی تبرک ہے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی قائم فرمودہ کمیٹی کو درج ذیل ایڈریس پر اطلاع بھجوا کر ممنون فرمائیں۔اطلاع آنے پر ان احباب کی خدمت میں ایک فارم بھجوایا جائے گا جسے پُر کرکے وہ کمیٹی کو واپس بھجوائیں گے۔اس صورت میں کمیٹی ان تبرکات کا اندراج اپنے ریکارڈ میں محفوظ کرسکے گی۔

سیکرٹری تبرکات کمیٹی

دفتر نظارت تعلیم ۔صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

Tel: 00 92 47 6212473

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

محترم مولانا سید احمد علی شاہ صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 24 و 25/فروری 2005ء میں مکرمہ راضیہ سید صاحبہ نے اپنے والد محترم مولانا سید احمد علی شاہ صاحب کے تفصیلی حالات اوراُن کی نیک سیرت کے واقعات قلمبند کئے ہیں۔

محترم سید احمد علی شاہ صاحب بطور مربی کراچی، حیدرآباد، ڈیرہ غازی خاں، مظفر گڑھ، فیصل آباد، سیالکوٹ، سرگودھا اور گوجرانوالہ میں خدمات دینیہ بجالاتے رہے۔ بعد ازاں اصلاح و ارشاد مقامی اور اصلاح و ارشاد مرکزیہ میں نائب ناظر کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ آپ مجلس افتاء کے ممبر بھی رہے۔ علم و فضل تقویٰ و پرہیزگاری کے لحاظ سے اہم مقام رکھتے تھے۔ نصف صدی سے زائد عرصہ دعوت الی اللہ اور تربیت کا کام کرنے کی توفیق ملی۔ اس دوران دیگر ادیان اور فرقوں کے علماء کے ساتھ آپکے بے شمار مناظرات و مباحثات ہوئے۔ آپکی طبیعت میں انکساری بہت تھی۔ بہت دعا گو اور صاحب رؤیا و کشوف تھے۔

آپ 2/دسمبر 1911ء کو عید الاضحیٰ کے روز گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ میں محترم سید حیات شاہ صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ مڈل تک تعلیم گھٹیالیاں سے حاصل کی۔ مگر مزید تعلیم کے لئے حالات سازگار نہ تھے جس کا آپ کو بہت افسوس تھا۔ آپ اکثر خواب دیکھتے کہ میں گاؤں میں آسمان پر بہت اونچا اڑ رہا ہوں کوئی مجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔

آپ کے والد صاحب بہت نیک اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ آپ نے بھی ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو نماز اور تلاوت قرآن کا پابند پایا۔ بچپن سے ہی تہجد کا بھی شوق تھا اور علی الصبح اٹھنے کے لئے آپ نے ایک رسّی اپنی ٹانگ میں باندھ کر دوسرا سرا ایک بزرگ ہمسایہ کے صحن میں لٹکا رکھا تھا۔ چنانچہ رسّی کھینچ کر وہ آپ کو تہجد کے لئے جگایا کرتے۔

ایک بار آپ ایک مناظرہ سننے کے لئے سوہاوہ ضلع گوجرانوالہ گئے۔ وہاں تلاوت اور نظم پڑھی تو احمدی مناظر محترم مولوی غلام احمد بدوملھوی صاحب نے آپ کے والد صاحب کو پیغام بھیجا کہ میں اس لڑکے کو گھر میں رکھ کر مدرسہ احمدیہ میں تعلیم دلانا چاہتا ہوں تاکہ یہ مربی بن سکے کیونکہ میں اس لڑکے میں بہت جوہر دیکھ رہا ہوں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ آپ قادیان چلے آئے۔ مطالعہ کا شوق اس قدر تھا کہ احمدیت کے موافق اور مخالف علماء کی تصنیفات پڑھتے اور جمع کرتے۔ آپ کا یہ قیمتی سرمایہ 1947ء میں قادیان میں ضائع ہوگیا۔ اپنے شوق کی تسکین کے لئے دوبارہ محنت سے لائبریری بنائی مگر 1974ء میں گوجرانوالہ میں ان قیمتی کتب اور گھر کو آگ لگادی گئی۔ تیسری بار پھر لائبریری بنائی۔

ابھی آپ زیرتعلیم تھے کہ آپ کا پہلا پبلک مناظرہ، تلونڈی جھنگلاں میں مولوی محمد یعقوب صاحب بھامبڑی اہل حدیث کے ساتھ ہوا۔ مرکز کی طرف سے آپ کو ہوشیارپور، آگرہ، کراچی تک بھجوایا جاتا جہاں آپ نے مختلف فرقوں کے علماء، پادریوں اور یہودیوں سے مناظرے کئے۔ عیسائی مذہب کا وسیع مطالعہ تھا اور بائبل کے متعدد نایاب نسخے موجود تھے۔

جب آپ نے مولوی فاضل کا امتحان دینا تھا تو بعض وجوہ کی بناء پر امتحان کی تیاری نہ ہوسکی۔ اس پر آپ نے رؤیا دیکھی جس میں کامیابی کی نوید تھی۔ پھر امتحان سے قبل رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے تمام سوالات بھی بتادیئے چنانچہ آپ اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئے اور مربیان کلاس میں داخل ہوگئے۔

آپ کی شادی حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحب بریلوی کی بھانجی سیدہ صالحہ بانو صاحبہ سے ہوئی۔ مسجد اقصیٰ قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ نے نکاح پڑھایا۔

❁ ساری زندگی آپ نے بے شمار معجزات دیکھے۔ جب آپکی عمر آٹھ برس تھی تو آپ ایک کنویں میں گر گئے۔ آپ کی والدہ نے آپکو گھر میں نہ پایا تو گھبرا کر باہر آئیں۔ وہاں ایک نابینا شخص بیٹھے تھے جنہوں نے بتایا کہ انہوں نے کنویں میں گرنے کی آواز سنی ہے۔ چنانچہ کنویں میں رسے ڈالے اور ماہر غوطہ خور اتارے مگر آپ نہ ملے۔ اس شخص کا اصرار تھا کہ بچہ کنویں میں ہی ہے۔ آخر تین چار بار تلاش کے بعد آپ کو بے ہوشی کی حالت میں کنویں کی تہہ سے نکالا گیا۔ سر پر گہرا زخم تھا جس کا چھ ماہ علاج جاری رہا۔ آپ کا بچنا معجزہ تھا۔

آپ کو بچپن سے ہی درس قرآن سننے کا بے حد شوق تھا۔ بعد میں بارہا مختلف مقامات پر درس قرآن دینے کا موقع ملا۔

❁ جب کراچی میں مربی تھے تو حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ کی آپ کو یہ ہدایت تھی کہ جب بھی کوئی کام ہو بلاتکلف رات ہو یا دن میرے پاس آجائیں۔ چنانچہ ایک جماعتی کام کے سلسلہ میں آپ ایک بار اُن سے ملنے گئے تو پہریدار نے بتایا کہ اندر اہم میٹنگ ہورہی ہے۔ آپ نے اپنے نام کی چٹ بھجوائی تو حضرت چوہدری صاحب میٹنگ سے ننگے پاؤں تیز تیز چلتے باہر آئے اور فرمایا: ''یہ کیسے ہوسکتا ہے سلسلہ کا مربی باہر کھڑا رہے اور میں اندر بیٹھوں۔ مربیان کا تو وقت ہی بہت قیمتی ہوتا ہے۔''

❁ ایک بار حضرت مصلح موعودؓ کراچی تشریف لائے۔ ایک روز مجلس عرفان میں آپ نے بھی سوال پوچھا تو حضورؓ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''آپ مربی ہیں آپ کیوں پوچھتے ہیں؟''۔ پھر آپ کے سوال کا جواب بیان فرمادیا۔ لیکن محترم شاہ صاحب بتاتے ہیں کہ حضور کا یہ فرمانا میرے لئے ایک سبق عظیم تھا کہ مربی کو ہر مسئلہ خود تحقیق کرکے معلوم کرنا چاہئے۔ اگر نہ سمجھ آوے تو خدا تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کرے۔ چنانچہ حضور کے اس ارشاد کے بعد کئی مسائل میں خدا تعالیٰ نے میری رہنمائی فرمائی اور قبولیت دعا کا نشان دیکھا۔

❁ آپ نے حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ ناظر اصلاح وارشاد کی ایک بات کو بھی ہمیشہ یاد رکھا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں اُن کے ماتحت نظارت اصلاح و ارشاد میں مربی تھا تو اکثر ان کے پاس غیر از جماعت لوگ کاموں کے سلسلہ میں موجود دیکھتا۔ ایک بار مَیں نے عرض کی کہ چوہدری صاحب آپ کے آرام کا بھی کوئی وقت ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ اگر میں اپنے گاؤں جوڑا ضلع قصور میں ہوتا تو چوہدری نظام دین صاحب کے لڑکے فتح محمد کو ملنے کون جاتا۔ یہ لوگ میرے پاس اس وجہ سے آتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک خادم اور جماعت کا عہدیدار ہوں۔ اور حضرت مسیح موعود کو خدا نے آنے والے لوگوں کی کثرت کے پیش نظر پہلے ہی الہاماً فرمایا تھا کہ جب کثرت سے لوگ تیری طرف رجوع کریں گے تو تیرے پر واجب ہے کہ تو ان سے بدخلقی نہ کرے اور تجھے لازم ہے کہ ان کی کثرت کو دیکھ کر تھک نہ جائے۔ اس لئے میرے پاس خواہ کسی وقت کوئی آئے میں ملنے سے کبھی انکار نہیں کروں گا۔ اُن کا کام ہوسکے گا تو ضرور کروں گا ورنہ معذرت کرلوں گا۔

چنانچہ آپ نے اپنے گھر میں تاکید کر رکھی تھی کہ میں بیمار ہوں، خواہ رات ہو یا دن، یا میں کام کرتا ہوں، کسی کو ملے بغیر واپس نہیں کرنا۔

❁ ایک واقعہ آپ ہمیشہ سناتے تو آپ کی آواز گلوگیر ہوجایا کرتی۔ آپ کے استاد حضرت صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی اکثر آپکو گھر بلا کر حضرت مصلح موعودؓ کی یہ نظم سنانے کا ارشاد فرماتے۔

ملت احمد کے ہمدردوں میں غم خواروں میں ہوں
بے وفاؤں میں نہیں ہوں میں وفاداروں میں ہوں

محترم شاہ صاحب بیان کرتے تھے کہ پھر صوفی صاحب بطور مبلغ امریکہ تشریف لے گئے اور 12 سال بعد واپس تشریف لائے تو میں کراچی کا مبلغ انچارج تھا۔ صوفی صاحب کے بیٹے لطف الرحمٰن اور دیگر احباب جماعت ائیرپورٹ استقبال کے لئے پہنچے۔ صوفی صاحب ایک کمرہ میں تشریف فرما ہوئے تو ان کا بیٹا قریب ہی بیٹھا تھا۔ میں نے غور کیا کہ صوفی صاحب اپنے بیٹے سے کوئی بات نہیں کرتے۔ میں نے عرض کی: آپ اس لڑکے کو پہچانتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میں نے پرنم آنکھوں کی وجہ سے بمشکل اشارہ کیا کہ یہ لطف الرحمٰن ہے۔ وہ نہایت افسردہ چپ چاپ بیٹھا تھا۔ حضرت صوفی صاحب بے تابانہ اٹھے، فرط جذبات سے آنسو رواں تھے۔ اپنے بیٹے سے بغلگیر ہوئے اسے چوما اور پیار کیا۔

❁ آپ نے اپنی تمام زندگی جماعتی ایثار و قربانی میں گزاری اور اولاد کو بھی ہمیشہ یہی نصیحت تھی کہ کبھی بھی دعا اور توکل کا دامن نہ چھوڑنا کیونکہ واقفین زندگی کے بیوی بچے بھی ان کے ہمراہ ایک طرح وقف ہی ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انہیں بیوی بھی صابرہ شاکرہ عطا فرمائی جنہوں نے ہر لحاظ سے ایک واقف زندگی شوہر کا بھرپور ساتھ دیا۔ باوجودیکہ ایک خوشحال فیملی سے آئی تھیں مگر کبھی شکوہ زبان پر نہ لائیں۔ فاقے بھی آئے لیکن کبھی شکوہ نہیں کیا۔

محترم شاہ صاحب جماعتی کاموں کے لئے میلوں پیدل سفر کرتے۔ اکثر بھنے ہوئے چنے ساتھ لے کر چلتے۔ تکلیفیں بھی اٹھائیں، بیماریاں بھی آئیں مگر قدم قدم پہ آپ کو نصرت الٰہی حاصل رہی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات بیٹیوں اور سات بیٹوں سے نوازا۔ جب بڑی بیٹیاں شادی کے قابل ہوئیں تو کچھ پریشانی لاحق ہوئی۔ دعا کی تو بڑے زوردار الفاظ میں عربی میں فرمایا گیا: نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ یعنی ہم تجھے بھی اور تیری اولاد کو بھی رزق دیں گے۔ کہتے ہیں اس کے بعد میں کبھی متفکر نہیں ہوا۔

جب بھی کسی بہن بھائی کی شادی کے معاملات ہوتے تو ہم سب بھائی بہنوں کو پاس بلا کر خاص دعا کی تحریک کرتے کہ اپنے اس بہن بھائی کی نئی زندگی کی شروعات اور رشتہ کے بابرکت ہونے کی بہت دعا کریں۔ کبھی بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح نہ دی۔ بیٹیوں کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ بڑی باجی کی پیدائش پر خواب دیکھا کہ اس بیٹی کے دو سال بعد بیٹا ہوگا لیکن پھر دوسری اور تیسری اور چوتھی بیٹی پیدا ہوئی۔ چوتھی بیٹی کی پیدائش پر ایک خاتون نے افسوس کا اظہار کیا تو کہا مجھے تو خوشی ہے کہ میرے آقا ﷺ کی بھی تو چار بیٹیاں تھیں۔ پھر بھائی جان سید علی احمد صاحب طارق (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ) کی ولادت ہوئی۔

جب بڑی باجی کی شادی ہوئی تو ایک برس گزرنے کے بعد امی نے کچھ فکرمندی کا اظہار کیا۔ تو آپ کو اپنی رؤیا یاد آگئی اور کہا فکر نہ کرو دو سال بعد لڑکا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ بچہ آٹھ سال کا تھا تو ایک حادثہ میں شدید زخمی ہوگیا۔ حالت تشویشناک تھی۔ ایسے میں آپ بچہ کے والدین کو تسلی دیتے تھے کہ جس بچے کی پیدائش کی خبر اتنے برس پہلے خدا تعالیٰ نے دی ہو، اس کو خدا کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ چنانچہ آج وہ بچہ جرمنی میں ہے اور صاحب اولاد ہے۔

❁ 1974ء کے پُرآشوب حالات میں آپ گوجرانوالہ میں مربی تھے۔ دیگر احمدیوں کے ساتھ آپ کا گھربار بھی لوٹا اور جلایا گیا۔ ان حالات میں گھر گھر احمدیوں کی خیریت دریافت کرتے۔ اس موقع پر میری بڑی بہن مبارکہ سید کو بلوائیوں نے مارا بھی کہ تم

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 25 فروری 2005ء میں شامل اشاعت مکرم عبدالکریم قدسی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

تیری عطا کا فیض ہے جاری یہاں وہاں
خوشبوئے بے پناہ کی سرحد نہیں کوئی
قیمت میں اس کی، دعویٰ کرے ہمسری کا آج
روئے زمیں پہ ایسا زمرد نہیں کوئی

احمدیت کا انکار کرو۔ تو انہوں نے نہایت دلیری سے ان کے مطالبہ کو مسترد کر دیا۔ انہی حالات میں قریشی احمد علی صاحب شہید کے نام کی مناسبت سے ابا کے متعلق غلط خبر پھیل گئی۔ عزیز و اقارب اور بڑے بھائی جان سخت پریشان تھے کہ ابا اور افراد خانہ کا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ مرکز سلسلہ خبر پہنچی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے نمائندہ بھیجا کہ ابا جان اور تمام احمدیوں کے متعلق پتہ چلاؤ کہ وہ کس حال میں ہیں اور کہاں ہیں۔ وہ نمائندہ بہت مشکل سے امیر صاحب کے مکان تک پہنچا۔ وہاں آپ کی شکل دیکھی تو فوراً واپس پلٹے۔ آپ نے روکا کہ کھانا کھا کر جائیں تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور سخت پریشان ہیں، کھانا نہیں کھا سکتا، آپ کو دیکھ لیا ہے، حضور کو اطلاع کرنی ہے۔

❁ اپنی زندگی میں آپ نے بیماریاں، تکلیفیں اور قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں۔ ان مواقع پر خلفاء کی قبولیت دعا کے نشان بھی دیکھے۔ چنانچہ اپنڈکس کا آپریشن ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی دعا کی برکت سے صحت یاب ہو کر گھر آ گئے مگر ایک ماہ نہ گزرا تھا کہ مثانے میں پتھری ہو گئی۔ بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی اور کافی مقدار میں خون ضائع ہو جاتا۔ کمزوری بے حد تھی اور فوری طور پر دوسرا آپریشن خطرہ سے خالی نہ تھا۔ آپ نے حضورؒ کی خدمت میں حالت لکھی کہ اگر حضورؒ نے اجازت فرمائی تو آپریشن کرواؤں گا ورنہ نہیں۔ حضورؒ نے فرمایا: ''آپریشن کروالیں''۔ آپ نے کہا: اب تو حضور کی خاص دعا سے ہی بچ سکتا ہوں۔ اس پر حضورؒ نے فرمایا: ''گھبرائیں نہیں میں دعا کروں گا''۔ اور ہسپتال جاتے ہوئے یہ مژدہ تحریر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی امان میں وھوالشافی''۔ چنانچہ حضور کی دعاؤں سے صحت یاب ہو کر خدمت سلسلہ میں حاضر ہو گئے۔

اسی بیماری کے موقع پر آپ کی اطاعت ایسی تھی کہ ایک بار حضورؒ کا پیغام ملا کہ ایک کام کے سلسلہ میں آپ خود جائیں اور واپس آ کر اطلاع دیں۔ بیماری کی نوعیت اور کمزوری کا یہ حال تھا کہ چلنا پھرنا دوبھر تھا۔ ہر وقت خون کا اخراج ہوتا تھا۔ لیکن امی سے کہا کہ مجھے گاڑی میں بستر لگوا دو اور تکیوں کے سہارے بٹھا دو میں خود جاؤں گا۔ جتنا اطاعت گزار خادم تھا، آقا بھی اتنا ہی مشفق۔ ابھی روانہ نہیں ہوئے تھے کہ دفتر کا آدمی دوبارہ آیا کہ حضور کا حکم ہے کہ آپ ہرگز سفر نہ کریں، آپ تو بیمار ہیں۔ صحت یابی کے بعد بھی حضورؒ نے فرمایا کہ جیپ پر دورہ نہ کیا کریں بلکہ دوسری آرام دہ گاڑی استعمال میں رکھیں۔

❁ 1982ء میں مجلس انصار اللہ کے ارشاد پر صوبہ سرحد کے بعض مقامات کے دورہ میں مردان میں رؤیا دیکھی کہ تکلیف آنے والی ہے مگر خدا کی طرف سے انجام کار رہائی اور کامیابی حاصل ہوگی۔ چنانچہ اسی دورہ میں صدر جماعت، آپ کو اور آپ کے ایک بیٹے کو (جو سفر میں آپ کے ہمراہ تھا) گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ جیل میں رؤیا میں دیکھا کہ ضمانت پر رہا ہو کر حضور کی خدمت میں تمام حال سنا رہا ہوں۔ چنانچہ تین دن کے بعد ضمانتیں ہو گئیں اور اسلام آباد حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حالات عرض کئے۔ کیس چلتا رہا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا وصال ہو گیا۔ مخالفین نے ضمانتیں منسوخ کرانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے خاص دعا کی درخواست کی گئی تو حضورؒ نے 9 جولائی 1982ء کو خطبہ جمعہ میں احباب جماعت کو اس کیس کے لئے خصوصی دعا کی تحریک فرمائی۔ چنانچہ مخالف فریق ضمانتیں منسوخ کروانے میں کامیاب نہ ہو سکا جس کا ذکر حضورؒ نے اپنے اگلے ہی خطبہ میں فرما دیا۔

❁ آپ بہت پُرحکمت نصیحت فرماتے۔ ایک دورہ میں علم ہوا کہ چند نوجوان باقاعدہ نماز ادا نہیں کرتے کیونکہ مصروفیت بہت ہے۔ اس پر آپ نے کہا کہ میں خلیفہ وقت کی خدمت میں دعا کی درخواست کرنے لگا ہوں۔ اس پر اُن میں سے ہر نوجوان نے کہا کہ میرا نام بھی دعا کے لئے لکھ لیں۔ آپ نے کہا کہ میں مضمون کچھ یوں لکھوں گا، آپ دستخط کر دیں کہ ''حضور ہم بہت مصروف ہیں نماز کے لئے فرصت نہیں ملتی۔ حضور دعا کریں کہ ہمارا کاروبار کوئی نہ رہے، رشتہ دار بھی کوئی نہ رہے، کوئی ملازمت نہ رہے تا کہ ہم فارغ ہو کر نماز ادا کر سکیں''۔ جونہی آپ نے یہ کہا سب نے چلا کر کہا کہ ہم آج سے باقاعدہ نماز ادا کریں گے۔

❁ آپ ہمدرد اور مشفق وجود تھے۔ خدمت خلق کا جذبہ بے حد تھا۔ غریبوں کی امداد، سودا سلف لانا، آٹا پسوا کر لا دینا۔ غرض جو کام بھی کسی نے کہا انکار نہیں کیا۔ میرے گھر میں ایک ملازمہ اپنی آٹھ دس سال کی بچی ہمراہ لاتی تھی۔ مجھے کہتے اس بچی سے کام مت لینا۔ آپ کی وفات پر بعض عزیزوں کو کہنا تھا کہ ہمیں لگا کہ ہم آج یتیم ہوئے ہیں۔

چار پانچ سال قبل کراچی میں فالج کا حملہ ہوا۔ شدید بیماری دیکھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر حضور کی دعاؤں کو قبول کیا اور دوبارہ صحت یاب ہو کر عملی زندگی میں قدم رکھا۔ پہلے والے شب و روز لوٹ آئے۔ پھر امی کی اچانک وفات کے بعد آپ باری باری اپنے سب بچوں کے پاس رہا کرتے۔ لوگ آپ کو کثرت سے خطوط لکھتے اور ملنے آتے۔ تمام خطوط کا جواب باقاعدگی سے لکھتے۔

بچپن میں ایک بار میں شدید بیمار ہو گئی۔ عید کا دن تھا۔ ڈاکٹر کا ملنا محال تھا۔ آخر ایک احمدی ڈاکٹر ملے جنہوں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ ایسے میں ابا نے میرے قریب ہی جائے نماز بچھائی اور سجدہ میں تڑپ تڑپ کر میری صحت کے لئے دعا مانگی۔ جونہی دعائیں بلند ہو رہی تھیں مجھے لگا کہ میری تکلیف میں کمی محسوس ہوتی جا رہی ہے جیسے ہی ابا نے سجدہ سے سر اٹھایا تو مجھے لگا کہ تکلیف تھی ہی نہیں۔

جب میں دوسری بار امید سے تھی تو میری صحت بہت کمزور تھی۔ بار بار ہسپتال داخل ہونا پڑا۔ میری حالت کے پیش نظر ڈاکٹر نے آپریشن کا خیال ظاہر کیا اور ساتھ زندگی سے مایوسی بھی۔ آپ کو پتہ چلا تو مجھے کہا گھبرانا نہیں، میں بہت دعا کر رہا ہوں۔ اسی روز نماز مغرب میں اللہ تعالیٰ نے بغیر آپریشن بچی کی بشارت دی اور نماز عشاء کے وقت بچی پیدا ہوئی۔ پھر مجھے گھر لے آئے۔ امی بیماری کی وجہ سے بڑے بھائی کے ہاں تھیں۔ آپ نے ایک ماں کی طرح میرا خیال رکھا۔

آپ مستجاب الدعوات تھے۔ میرے ایک بہت قریبی عزیز اولاد نرینہ سے محروم تھے۔ انہوں نے خاص دعا کی درخواست کی چنانچہ آپ کی دعا کے نتیجہ میں اللہ کے فضل سے ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔

میرے شوہر کی کافی عرصہ قبل چوری ہو گئی۔ چور قیمتی سامان کے علاوہ بہت ضروری کاغذات بھی ہمراہ لے گئے۔ ابا نے دعا کے وعدہ کے ساتھ انہیں قرآن کریم پڑھنے کی تاکید کی اور کہا جلد بازیابی ہو جائے گی۔ چنانچہ تمام چوری شدہ اشیاء برآمد ہو گئیں۔

آپ کئی کتابوں اور پانچ صد سے زیادہ مضامین کے مصنف تھے۔ ڈائری لکھنے میں بہت باقاعدہ تھے۔ وفات تک نماز جمعہ باقاعدہ ادا کی۔ قرآن پاک کی باقاعدگی سے تین چار بار تلاوت کرتے۔ نوافل، اشراق، چاشت وغیرہ باقاعدگی سے ادا کرتے۔ آخری دن تک نمازیں وقت پر ادا کیں۔ ہمیشہ باوضو رہتے۔

چند گھنٹوں کی معمولی علالت کے بعد 10 اگست 2003ء کو سرگودھا میں اپنے حقیقی محبوب آقا کے حضور حاضر ہو گئے۔ آپ کی تدفین حضور ایدہ اللہ کے ارشاد کے مطابق قطعہ خاص میں ہوئی جو کہ اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے سے بتا دیا ہوا تھا اور ایک دفعہ بہشتی مقبرہ جاتے ہوئے اشارہ کر کے وہ جگہ بھی بتائی تھی۔

❁ ❁ ❁

حضرت حسن بصریؒ

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ: ''حسن بصریؒ کا ذکر ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ تم کو غم کب ہوتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جب کوئی غم نہ ہو''۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 7 مارچ 2005ء میں مکرم میر غلام احمد نسیم صاحب کا ایک مضمون حضرت حسن بصریؒ سے متعلق شائع ہوا ہے۔

ابوسعید بن ابی الحسن یاسر البصری مدینۃ النبیؐ میں 21ھ بمطابق 642ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی وفات 110ھ بمطابق 728ء بمقام بصرہ عراق میں ہوئی۔ آپ نے 86 سال کی عمر پائی۔ آپؒ اُن صوفیاء میں سے ہیں جنہوں نے زاہدانہ زندگی گزارنے پر زور دیا۔ جب آپؒ نے ہوش سنبھالی تو حضرت عثمانؓ کے دَور میں اختلافات درآنے کا آغاز ہو گیا تھا۔ آپ ایک آزاد کردہ غلام کے گھر مدینہ میں پیدا ہوئے لیکن پرورش وادی القریٰ میں ہوئی۔ اموی خلافت کے ابتدائی دَور میں بصرہ منتقل ہو گئے اور وہیں پر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اسلامی فوج میں شامل ہوئے اور ایران کے ساتھ جنگوں میں حصہ لیا اور کچھ دیر خراسان کے گورنر کے سیکرٹری بھی رہے۔ اُس دور کی معاشی اور معاشرتی تبدیلیوں نے مادہ پرستی اور اندرونی اختلافات کو جنم دینا شروع کیا تو حسنؒ جیسے زاہدانہ طبیعت رکھنے والے کو یہ تبدیلی ناگوار گزری اور انہوں نے اس کو اعلانیہ طور پر ناپسند کیا۔ خصوصاً اموی گورنر حجاج کے طرز عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار اعلانیہ طور پر کیا۔ لیکن حکومت کے خلاف کسی تحریک میں حصہ لینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ حکومت کی تلوار اُنکے الفاظ سے زیادہ طاقتور ہے۔ دوسروں کو بھی صبر اور توبہ و استغفار کی تلقین کرتے کہ خدا تعالیٰ دعاؤں سے تبدیلی لائے گا نہ کہ جلدی میں بدامنی پیدا کرنے سے کیونکہ اس طرح خانہ جنگی کا خطرہ ہے۔ وہ کہتے کہ ایک خارجی جو برائی کو زبردستی اچھائی میں تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ برا کرتا ہے۔

حضرت حسن اگرچہ اسلامی علوم تفسیر، حدیث اور فقہ کے مانے ہوئے عالم اور ماہر تھے اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ان علوم پر تقاریر بھی کیں اور رسالے بھی لکھے لیکن ان کی شہرت ان کی زاہدانہ زندگی گزارنے اور اس کی دوسروں کو تلقین کرنے میں گزری۔ وہ ہمیشہ مادہ پرستی اور دنیاوی جاہ و جلال کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ ان کی نصائح میں دنیاوی زندگی کے عارضی ہونے اور ابدی اخروی زندگی کا ذکر ملتا ہے۔ تقویٰ اور خدا تعالیٰ کے خوف کا ہمیشہ پرچار کرتے نظر آتے۔ اخلاق کی درستگی پر بہت زور دیتے۔ ایمان کی مضبوطی اور پختگی ہی ان کے نزدیک ابدی خوشی اور مسرت کا باعث تھا۔ جو لوگ دنیوی فوائد کے حصول میں لگے رہتے ہیں انہیں کبھی مسرت نصیب نہیں ہوتی۔ معتزلہ اور اشاعرہ دونوں ہی حسن بصری کی عزت کرتے تھے۔

حسن کو ابتدائی صوفیاء میں شمار کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب وہ فوت ہوئے تو بصرہ کے سارے لوگ ان کے جنازہ پر چلے گئے حتیٰ کہ اس روز مغرب کی نماز بروقت بصرہ کی مساجد میں ادا نہ ہو سکی۔

684ء تا 704ء حسن بصری کی نصائح اور وعظ کا عروج کا زمانہ رہا۔ اُن کے چند اقوال یوں ہیں:

= سچے مسلمان کو نہ صرف یہ کہ گناہ سے پرہیز ہی نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس بات کا فکر ہونا چاہئے کہ موت یقینی ہے اور باوجود اچھے اعمال کے نجات یقینی امر نہیں بلکہ خدا کے فضل پر موقوف ہے۔

= دنیا دھوکہ باز ہے کیونکہ یہ اس سانپ کی طرح ہے جو چھونے سے نرم محسوس ہوتا ہے لیکن وہ زہر قاتل ہے۔

= اپنا ہر وقت محاسبہ کرتے رہنا ہی اعمال صالح کا باعث بن سکتا ہے۔

= ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز نے کسی معاملہ میں مشورہ طلب کیا تو فرمایا: ''اگر خدا آپ کے ساتھ ہے تو خوف کس بات کا اور اگر خدا آپ کے ساتھ نہیں تو پھر امید کس بات کی''۔

حسن بصری چونکہ حضرت علیؓ کے زیر تربیت رہے تھے اس لئے صوفیا تصوف کی کڑی حضرت علیؓ سے ملاتے ہیں۔ حسن بصری کے شاگردوں میں حبیب العجمی مشہور ہیں۔ ان کو عجمی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ عربی کا تلفظ اچھی طرح ادا نہیں کر سکتے تھے۔ رابعہؒ بصری بھی اُن ہی کی شاگرد تھیں۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 22 فروری 2005ء میں ''گہوارۂ علوم'' کے عنوان سے مکرم عبدالسلام اسلام صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

یہ درسگاہ مقصدِ مہدی کی جان ہے
اس دَور پُرفتن میں یہ دارالامان ہے
خوشبو کوئی رچی ہوئی اس کی ہوا میں ہے
جنت کا ایک سرور سا اس کی فضا میں ہے
متلاشیانِ علم کا داعی یہی تو ہے
ہاں انقلاب دہر کا داعی یہی تو ہے
گہوارۂ علوم ادارہ یہی تو ہے
تقدیرِ شرق و غرب کا تارہ یہی تو ہے

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 13 Friday March 03, 2006 Issue No. 09

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاریخی دورۂ بھارت کی مختصر جھلکیاں

قادیان کے واقفین نو اور واقفات نو کی الگ الگ کلاسز۔ خطبہ جمعہ۔ مجلس انصار اللہ اور مجلس خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کی مرکزی مجالس عاملہ کے عہدیداران کے ساتھ الگ الگ میٹنگز میں کارکردگی کا جائزہ اور نہایت اہم تفصیلی ہدایات۔ ایوان انصار اللہ اور ایوان خدمت اور نصرت گرلز سکول کا معائنہ، انفرادی و اجتماعی ملاقاتیں، مختلف گھروں کا وزٹ۔

(قادیان دارالامان میں قیام کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی مصروفیات کی مختصر رپورٹ)

(رپورٹ: عبدالماجد طاھر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر)

5/جنوری 2006ء بروز جمعرات :

صبح چھ بج کر پچیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ''مسجد اقصیٰ'' تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز فجر کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔ صبح حضور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی اور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔

سوا ایک بجے حضور انور نے مسجد اقصیٰ تشریف لا کر ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ ساڑھے چار بجے حضور انور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک پر دعا کے لئے بہشتی مقبرہ تشریف لے گئے۔

واقفین نو قادیان کی کلاس

آج پروگرام کے مطابق پانچ بجے مسجد اقصیٰ میں واقفین نو قادیان کی کلاس منعقد ہوئی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزم طاہر احمد شمیم نے کی۔ اور اس کا ترجمہ عزیزم مبشر احمد ناصر نے پیش کیا۔ بعد ازاں عزیز شیراز احمد نے آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارکہ پیش کی۔ جس کے بعد عزیزم زین العابدین نے ایک نظم پڑھ کر سنائی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نظم پڑھنے والے کو فرمایا کہ ایسی نظم کا انتخاب ہونا چاہئے جو موقع اور محل کے مطابق ہو۔ واقفین نو کو پُر جوش نظمیں پڑھنی چاہییں۔

اس کے بعد عزیزم عطاء الکریم راشد نے تقریر کی۔ بعد ازاں عزیزم سیّد شرجیل احمد نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ترانہ پیش کیا۔ جس کے بعد عزیزم محمد طلحہ نے تقریر کی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے واقفین نو بچوں سے نمازوں کی پابندی کے بارہ میں دریافت فرمایا اور بچوں کو نمازوں کی ادائیگی کی تلقین فرمائی۔ حضور انور نے بچوں سے دریافت فرمایا کہ روزانہ کتنے بچے تلاوت قرآن کریم کرتے ہیں۔ حضور انور نے بچوں کو باقاعدگی سے روزانہ تلاوت قرآن کریم کرنے کی نصیحت فرمائی۔

اس کے بعد عزیزم رضوان احمد ظفر نے خوش الحانی سے نظم پیش کی اور عزیزم مبارک احمد خالد نے تقریر کی۔ پروگرام کے آخر پر واقفین نو بچوں نے مل کر ترانہ پیش کیا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے واقفین نو بچوں کی کلاسز کے بارہ میں منتظمین سے دریافت فرمایا کہ ان کی کتنی کلاسیں لگتی ہیں۔ کلاس کے اختتام پر حضور انور ایدہ اللہ نے ان بچوں کو قلم عطا فرمائے جن کو ابھی تک قلم نہیں ملے تھے۔ واقفین نو بچوں کی یہ کلاس چھ بجے تک جاری رہی۔

واقفات نو بچیوں کی کلاس

واقفین نو بچوں کی کلاس کے بعد واقفات نو بچیوں کی کلاس کا انعقاد ہوا۔ عزیزہ وجیہہ بشارت نے تلاوت قرآن کریم اور عزیزہ عالیہ انعام نے اس کا اردو زبان میں ترجمہ پیش کیا۔ جس کے بعد عزیزہ فائزہ ظفر نے خوش الحانی سے نظم پیش کی۔ بعد ازاں عزیزہ مریم صدیقہ نے "خلافت کی برکات" کے عنوان پر تقریر کی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ میں نے خلافت کے بارہ میں اپنے خطبات میں ذکر کیا ہے لیکن جو تقریر تیار کی گئی ہے اس میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

اس تقریر کے بعد عزیزہ نائلہ نسیم نے اپنی ساتھی واقفاتِ نو کے ایک گروپ کے ساتھ مل کر ترانہ پیش کیا۔ بعد ازاں عزیزہ طیّبہ منور اور عزیزہ سیدہ ملیحہ صباح نے تقاریر کیں۔ جن میں ذکر کیا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ 176 ممالک میں پھیل چکی ہے۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ 176 ممالک میں نہیں بلکہ 181 ممالک میں پھیل چکی ہے۔

حضور انور نے قادیان کی واقفات نو سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کو اردو نہیں سکھائی جاتی۔ حضور انور نے بچیوں کو اردو زبان سکھانے کی طرف منتظمات کو توجہ دلائی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بڑی عمر کی بچیوں کی بھی تعلیمی و تربیتی کلاسیں لگانے کا ارشاد فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ لجنہ کی زیر نگرانی ان بچیوں کی تعلیمی و تربیتی کلاسیں لگنی چاہییں۔ پروگرام کے آخر پر عزیزہ منصورہ نصیر نے ایک نظم پیش کی۔

ایک واقفہ نو نے سوال کیا کہ جِنّ کیا ہوتے ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ ایک تو جنّ ایسے بڑے لوگوں کو بھی کہتے ہیں جو عوام میں نظر نہیں آتے۔ پھر ایسے بیکٹیریا کو بھی کہتے ہیں جو نظر نہیں آتے۔ حضور انور نے اس تعلق میں قرآن کریم میں سورۃ الجن میں مذکور اس واقعہ کا بھی ذکر فرمایا جس میں ایک قبیلہ کے کچھ لوگ آنحضرت ﷺ سے ملنے کے لئے آئے تھے۔

ایک بچی کے اس سوال پر کہ ہم اللہ تعالیٰ کو تُو کہہ کر کیوں مخاطب کرتے ہیں۔ حضور انور نے ازراہِ شفقت فرمایا کہ اس میں پیار کے تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔

کلاس کے اختتام پر حضور انور نے ازراہ شفقت ان بچیوں کو قلم عطا فرمائے جن کو ابھی تک قلم نہیں ملے تھے۔

واقفاتِ نو بچیوں کی یہ کلاس سات بجے تک جاری رہی۔ اس کے بعد سوا سات بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد اقصیٰ میں مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

6/جنوری 2006ء بروز جمعۃ المبارک :

صبح چھ بج کر پچیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ''مسجد اقصیٰ'' تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز فجر کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔ صبح حضور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی اور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔

نماز جمعہ کی ادائیگی کا انتظام مسجد ناصر آباد سے ملحقہ احمدیہ گراؤنڈ میں کیا گیا تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ڈیڑھ بجے دوپہر اپنی رہائشگاہ دارالمسیح سے پیدل ہی مقام جمعہ میں تشریف لائے اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

خطبہ جمعہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ خطبہ MTA پر دنیا بھر میں Live نشر ہوا۔

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ الصّف کی آیات 11 تا 13 کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد فرمایا:

سب سے پہلے تو مَیں عالمگیر جماعت احمدیہ کو، جماعت احمدیہ کے ہر فرد کو نئے سال کی مبارکباد دیتا ہوں۔ گزشتہ خطبے میں مَیں نے توجہ دلائی تھی کہ ہر احمدی شکر کے مضمون کو دل میں رکھتے ہوئے آئندہ سال میں داخل ہو تا کہ گزشتہ سال اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے جو بے شمار نظارے ہم نے دیکھے ان میں اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق اضافہ فرماتا رہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نیا سال ہمارے لئے ہر لحاظ سے بابرکت اور مبارک فرمائے۔

حضور نے فرمایا: انسان کی تو سوچ بھی اُن انعاموں اور فضلوں اور احسانوں تک نہیں پہنچ سکتی جو اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت پر فرما رہا ہے۔ لیکن ہر احمدی کا یہ فرض بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو یاد رکھتے ہوئے اس کے آگے جھکے، اس کے حکموں پر اپنی استعدادوں کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرے۔

حضور نے فرمایا: اگر ہم خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے بنے رہے، اس کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے نیکیاں بجالاتے رہے، اپنے مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے رہے تو پھر یہ وعدہ بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک سال یا دو سال یا تین سال کی بات نہیں ہے بلکہ ان باتوں کی طرف توجہ اور ان امور کی انجام دہی کے بعد پھر تم ہمیشہ کے لئے خداتعالیٰ کے مقرب بن جاؤ گے۔ ہر سال تمہارے لئے برکتیں لے کر آئے گا اور ہر گزشتہ سال تمہارے لئے برکتوں سے بھری جھولیاں چھوڑ کر جائے گا۔

حضور انور نے فرمایا: ہر سال جنوری کے پہلے جمعہ میں وقف جدید کے نئے سال کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے مالی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ مالی قربانی اصلاح نفس اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بہت ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا کئی جگہ ذکر فرمایا ہے، مختلف پیرایوں میں اس کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کے متعلق آیت کریمہ پیش کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ یہ مالی تحریکات جو جماعت میں ہوتی ہیں، یا لازمی چندوں کی طرف جو توجہ دلائی جاتی ہے یہ سب خداتعالیٰ کے حکموں کے مطابق ہیں۔ پس ہر احمدی کو اگر وہ اپنے آپ کو حقیقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی طرف منسوب کرتا ہے اور کرنا چاہتا ہے، اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے مالی قربانیوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

حضور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخلصین کی ایک بہت بڑی جماعت اس قربانی میں حصہ لیتی ہے لیکن ابھی بھی ہر جگہ بہت زیادہ گنجائش موجود ہے۔

حضور نے فرمایا: اس زمانے میں جبکہ حضرت مسیح موعود

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں